سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات

ایک تاریخی جائزہ

ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی ☆

Abstract

CRITICISM ON SEERAT-UN-NABI (PBUH)

The teachings of the Holy Quran and Seerah of Muhammad (PBUH) has been under so much criticism by anti-Islam, especially by Jews and Christians in every era that no other Holy book or Prophet had face. Despite the cessation of the teachings of earlier prophets and that the same were no more pursuable, the anti-Islam persist to promote the importance of those teachings and kept trying to proof the Islam a doubtful religion. There is a very long story of this disparagement, and as the time goes by, the mode and nature of their criticism changed. In the following article the same criticism and objections are discussed in detail.

قرآن مجید کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو معاندین اسلام خاص طور پر یہود و نصاریٰ نے جس انداز سے تاریخ کے ہر دور میں ہدف تنقید بنایا یہ رویہ کسی اور کتاب اور نبی کے ساتھ نہیں اختیار کیا گیا۔ حال آں کہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات منسوخ ہوگئیں اور وہ قابل اتباع نہ رہیں، باوجود اس کے معاندین اسلام ان کی اسلام پر اہمیت جتانے کے لئے پیہم جدو جہد کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہرزہ سرائی کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ان کے اعتراضات کی نوعیت میں بھی اتار چڑھاؤ ہوتا رہا ہے۔ جب کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی آپ ﷺ کی سیرت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

خفیہ تبلیغ کا فوری اثر

چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا۔ ابتدائی تین

☆ ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ علی گڑھ، انڈیا

سالوں تک آپ ﷺ نے خفیہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ راجح قول کے مطابق اولین اسلام لانے والوں میں چار آدمی شامل ہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔(۱) ابتدائی عہد میں اور بہت سے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی شہادت ملتی ہے، جن کے نام اور ان کے قبول اسلام کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے۔(۲) ایک دوسری روایت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس کے بعد مرد اور عورتیں جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہونے لگے، یہاں تک کہ مکہ میں اسلام کا ذکر پھیل گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔(۳)

اعلان نبوت اور کفار مکہ کا ردعمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن سے جوانی تک پوری کی پوری عمر مکے میں گزاری۔ قریش مکہ شروع سے ہی آپ ﷺ کی شرافت و دیانت داری کے نہ صرف معترف تھے، بل کہ اپنی امانتیں بھی آپ کے پاس جمع رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے بعض امور میں آپ کو ہی اپنا حکم بناتے اور آپ کے فیصلے کو تسلیم کرتے تھے۔ ان سب خصوصیات کے باوجود جب آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو یہ سب آپ کی باتوں کی تکذیب کرنے لگے۔ اس کا پہلا عمومی مظاہرہ اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کوہ صفا کی چوٹی پر تشریف لے گئے اور قریش کے اعیان واشراف کو نام بہ نام پکارا اور اپنے قریب بلایا۔ آپ ﷺ کی آواز سن کر سارے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے اس وقت نہایت موثر انداز میں دین کی دعوت پیش کی۔ جس کی تفصیلات کتب حدیث اور سیرت میں موجود ہیں۔ آپ کی ان باتوں کو سن کر سارا مجمع حیرت میں پڑ گیا اور آپس میں تبصرہ کرنے لگا کہ محمد کو کیا ہو گیا ہے؟ اس موقع پر ابولہب بھی وہیں موجود تھا، اس نے بڑے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے اس کے بعد کفار مکہ نے آپ ﷺ کی نبوت اور آپ کے کام کی پرزور مخالفت شروع کر دی۔

مخالفت کی وجوہات

اللہ کے رسول ﷺ نے قریش مکہ کے سامنے اپنی نبوت کے جو فرائض بیان کیے وہ ایسے نہ تھے جن سے وہ ناواقف ہوں اور اس کی اہمیت و افادیت سے بے خبر ہوں۔ آپ ﷺ نے ان سے وہی کہا جو انبیائے سابقین اپنی قوم سے کہا کرتے تھے۔ یہی وہ باتیں تھیں جنہیں حضور ﷺ آخر وقت تک لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے۔ یہ امر بھی مسلم ہے جس کو انبیا کی تاریخ بھی بتاتی ہے اور جس کی تائید عہد نبوی

کے عیسائی عالم ورقہ بن نوفل کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ ہر نبی کی دعوت کو شروع میں اس کی قوم نے جھٹلایا اور ان کی تعلیمات کا مذاق اڑایا ہے۔(۴) چناں چہ کفار مکہ کی مخالفت کی وجوہات تلاش کی جائیں تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ ناتربیت یافتہ اور تندخو قوموں کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک جوان کے آبائی رسم وعقائد کے خلاف ہو، ان کو سخت برہم کردیتی ہے۔ اس کے ساتھ ان کی مخالفت محض زبانی مخالفت نہیں ہوتی اور ان کی تشنگی انتقام کوخون کے سوا کوئی چیز بجھا نہیں سکتی۔ عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھا، خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) تین سو ساٹھ معبودوں سے مزین تھی، جوان کے عقیدے کے مطابق ہر قسم کے خیر وشر کے مالک تھے، اولاد دیتے تھے، معرکہ ہائے جنگ میں فتح دلاتے تھے (اور ان میں ہبل خدائے عظیم تھا)۔ خدا یا تو سرے سے موجود نہ تھا یا تھا تو وجود معطل تھا۔

۲۔ اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعتاً برباد کردینا تھا، لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت واقتدار اور عالم گیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس لئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، اسی قدر مخالفت میں زیادہ سرگرم تھے۔ اپنے جاہ ومنصب کی بنا پر قریش کا خیال تھا کہ نبوت کا منصب اعظم بھی اگر کسی کو ملتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتا۔ عرب میں ریاست کے لئے دولت اور اولاد نرینہ سب سے اہم چیز تھی اور حضور ﷺ ان سے محروم تھے۔

۳۔ ابرہہ اشرم نے کعبہ کو ڈھانے کے ارادے سے جو ذلیل حرکت کی تھی، اس سے قریش کے دل میں عیسائیت سے سخت نفرت ہوگئی تھی۔ اسلام اور نصرانیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس زمانہ میں اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ ان اسباب سے قریش کو خیال ہوا کہ آں حضرت ﷺ عیسائیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔ آپ کی مخالفت میں خاندانی رقابت کا بھی بڑا دخل تھا۔ قریش میں دو قبیلے بڑے اہم اور ایک دوسرے کے حریف تھے۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ۔ پہلے تو بنی ہاشم کا پلا بھاری تھا مگر ہاشم کے انتقال کے بعد بعض وجوہ سے ان کا اثر ورسوخ کم ہوتا جارہا تھا اور بنو امیہ کا قبیلہ عروج حاصل کررہا تھا۔ آں حضرت ﷺ کی نبوت کو خاندان بنی امیہ اپنے رقیب (ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا۔ اس لئے سب سے زیادہ اسی قبیلے نے محمد ﷺ کی مخالفت کی۔ ابوسفیان کی دشمنی معروف ہے، وہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط جو حضور ﷺ کا شدید دشمن تھا اموی تھا۔ قبیلہ بنو مخزوم میں ولید بن مغیرہ اسی خاندان کا رئیس تھا، اس کی بھی عداوت مشہور ہے۔ یہ قبیلہ بھی بنو ہاشم کی برابری کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس لئے دشمن قبیلہ یہ

برداشت کرنے کو تیار نہ تھا کہ قبیلہ بنو ہاشم پھر سے اثر ورسوخ حاصل کرے اور نبوت کا دعویٰ کرے۔

۵۔ مخالفت کے اسباب میں بد اخلاقی کو بھی بڑا دخل تھا۔ تمام رؤسا بد اخلاقی کے حد درجے دل دادہ تھے۔ جھوٹ، چوری، زنا کاری، کے علاوہ اولاد کے قتل کرنے میں بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک طرف بت پرستی کی برائیاں بیان کیں تو دوسری طرف ان بد اخلاقیوں پر سخت دارو گیر کرتے تھے۔ جس سے ان کی عظمت واقتدار کی شہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔

لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بل کہ تمام عرب میں یک ساں تھا، وہ یہ تھی کہ جو معبود سیکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عام تھے اور جن کے آگے وہ ہر روز پیشانی خم کرتے تھے، اسلام ان کا نام ونشان مٹا دینا چاہتا تھا۔ (۵)

نبی کریم ﷺ ان کے بتوں کی بے وقعتی اور بے چارگی کا جس طرح بھانڈا پھوڑ رہے تھے، اس سے یہ لوگ حد درجے بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان معبودان باطل پر ان کا اس درجے اعتقاد تھا کہ وہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ محمد جو ہمارے بتوں کی برائی بیان کررہا ہے، یقیناً یہ معبود اس کی اس ناشائستہ حرکت پر گرفت کریں گے۔ مگر انہوں نے جو سوچا، ویسا کچھ بھی نہ ہوا تو بہ جائے اس کے کہ وہ ان معبودوں سے بے زاری ظاہر کرتے، حضور ﷺ کی ہی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ (۶)

نبوت بشریت کے منافی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے قریش مکہ نے کہا بھلا وہ آدمی کیسے اتنا عظیم مرتبہ حاصل کرسکتا ہے جو کل تک ہمارے ساتھ کھاتا پیتا تھا، ہماری مجلسوں میں اٹھتا بیٹھتا تھا، بازاروں میں آمدورفت کرتا تھا۔ اس کام کے لئے کوئی دوسری شخصیت ہوتی ہے جو انسانوں میں سے نہیں ہوتی۔ حال آں کہ انہیں خوب معلوم تھا کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء گزرے ہیں مافوق الفطرت آدمی نہیں تھے، بل کہ وہ بھی انسان تھے۔ کفار مکہ کے اس اعتراض کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے:

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (۷)

اور کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

قرآن کفار مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۸)

اے نبی ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا۔

ایک اور مقام پر کفار مکہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ○ قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ○ (۹)

لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا، مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

کفار کے باطل نظریات اور خیالات کی تردید میں قرآن میں یہ صراحت موجود ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (۱۰)

اے نبی، تم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔

رسالت کا انکار

شروع سے ہی آپ ﷺ بے داغ شخصیت کے مالک تھے اور آپ کی ہر بات کو لوگ اہمیت دیتے تھے، مگر جب آپ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو ان لوگوں نے سرے سے آپ کے نبی ہونے کا ہی انکار کردیا۔ آپ اپنی رسالت کی تصدیق کے لئے قرآن سے دلائل پیش کرتے، اس کے جواب میں کفار مکہ کہتے رسول ﷺ ایسی بے تکی باتیں نہیں کہتا۔ چناں چہ آپ کی رسالت کی توثیق کرتے ہوئے اور منکرین کے اعتراضات کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا:

يٰسٓ ○ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ○ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ (۱۱)

یٰس، قسم قرآن حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو۔

قرآن کریم کا انکار

قرآن کریم۔ بے شمار خصوصیات کی حامل کتاب ہے۔ اس کی خوبی یہ بھی ہے کہ جو کوئی اس کی آواز پر کان دھرتا ہے تو وہ سیدھا اس کی طرف کھنچا چلا آتا ہے اور اس سے قلب وذہن کو سرور حاصل ہوتا

ہے۔ جب بھی قرآنی الفاظ کفار و مشرکین کے کانوں میں پڑتے تو نہ چاہنے کے باوجود بھی بعض لوگ اس کو سننے کی کوشش کرتے۔ چناں چہ اس کی اثر آفرینی سے انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر یہی حال رہا تو مبادا سارے لوگ اسلام کی گود میں چلے جائیں۔ اس لئے اس کے اثر کو لوگوں کے درمیان کم یا ختم کرنے کے لئے انہوں نے اس کے متعلق مختلف قسم کی باتیں کہیں۔ قرآن مجید نے ان کی ان باتوں کا کئی مقام پر نہ صرف تذکرہ کیا ہے، بل کہ اس کا جواب بھی بڑے خوب صورت انداز میں دیا ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاؤُوا ظُلْماً وَزُوراً O وَقَالُوا اَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلاًO قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماًO (۱۲)

جن لوگوں نے نبی ﷺ کی بات ماننے سے انکار کردیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) ایک من گھڑت چیز ہے، جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے، بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہاں سے صبح وشام سنائی جاتی ہیں۔ اے نبی ﷺ ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین وآسمان کا بھید جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور ورحیم ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئاً (۱۳)

کیا ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول ﷺ نے اسے خود گھڑ لیا ہے، ان سے کہو اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھ کو خدا کی پکڑ سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے۔

ایک نبی جس کو کتاب ہدایت سے نوازا گیا، عمر کے ایک خاص حصے تک لوگوں کی فلاح اور بھلائی کا کام کرتا رہا، لیکن جب پیغام نبوت کو وسیع کرنے کی بات آئی تو اس کے متعلق خرافات وضع کئے اور اس کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کی اس لاحاصل جدوجہد پر کڑی ضرب لگاتے ہوئے اللہ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ (۱۴)

اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر بہتان گھڑے، یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، دراں حالے کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔

حضور اکرم ﷺ نوشت وخواند سے واقف نہ تھے۔ اس بات کا علم کفار مکہ کو بھی تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن

تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ اتنا جامع اور ادبیت و اعجاز سے بھرپور کلام وضع کر کے اسے اللہ کی طرف منسوب کرتے۔ اس میں کفار مکہ یہ اضافہ کرتے کہ دراصل قرآن سابقہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے اخذ کیا ہوا ہے جسے محمد ﷺ نے اہل کتاب کے پڑھے لکھے لوگوں سے سیکھ کر تیار کیا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے یہ لوگ ایک طرف قرآن مجید کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے تھے تو دوسری طرف وہ یہ بھی کسی نہ کسی طرح مانتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ (۱۵) اس اعتراف کے باوجود کفار مکہ قرآن کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرتے، اس کے متعلق قرآن میں ہی یہ صراحت موجود ہے:

لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ O (۱۶)

اس قرآن کو سنو ہی مت اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو، شاید کہ اسی طرح تم غالب آجاؤ۔

کاہن ہونے کا الزام

جو کچھ اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتا اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے آپ بہ سرعت تمام لوگوں سے ملتے۔ اپنی گفت گو کو مزید مستحکم کرنے کے لئے انبیائے سابقین کی قوم کی بداعمالیوں اور گمراہیوں کا حوالہ دیتے اور اس نافرمانی کی وجہ سے جو عذاب الٰہی ان پر نازل ہوا اس سے بھی آپ خبردار کرتے۔ اس سے پہلے کہ لوگ آپ کی باتوں کو دھیان سے سنتے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے، مشرکین یہ کہہ کر اسے بے اثر کر دیتے کہ آپ تو کاہن ہیں، اس لئے کہ آپ گزرے زمانے کی باتیں بیان کرتے ہیں۔ قرآن نے ان کی ان مہمل باتوں کا جواب اس طرح دیا ہے:

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُوْنٍ O (۱۷)

پس اے نبی، تم نصیحت کیے جاؤ، اپنے رب کے فضل سے نہ تم کاہن ہو اور نہ مجنون۔

مجنون ہونے کا الزام

ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کفار و مشرکین کو جو کچھ کہتے یا سناتے اسے وہ بہ غور سنتے، مگر جیسے ہی کوئی بات ان کے منشا اور مرضی کے خلاف ہوتی، فوراً اس کی تردید کرنے لگتے اور آپ کو مجنوں کہہ دیتے۔ اس سلسلے میں قرآن میں یہ صراحت ملتی ہے:

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ O (۱۸)

جب یہ کافر لوگ کلام نصیحت (قرآن) سنتے ہیں تو تمہیں ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمہارے قدم اکھاڑ دیں گے، اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ O (۱۹)

اور کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر قرآن نازل ہوا ہے، بے شک وہ تو دیوانہ ہے۔

جادوگر ہونے کا الزام

کفار مکہ کی شدید مخالفت کے باوجود آئے دن لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ اس وقت مخالفین مکہ کی جو ذہنی کیفیت تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہتے یقیناً آپ جادوگر ہیں اور جس پر چاہتے ہیں جادو کر دیتے ہیں۔ ان کے اس رویئے کا ذکر قرآن اس طرح کرتا ہے:

وَعَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ O (۲۰)

ان لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ ایک ڈرانے والا خود انہیں میں کا آ گیا۔ منکرین کہنے لگے یہ ساحر ہے، سخت جھوٹا ہے۔

شاعر ہونے کا الزام

قریش مکہ کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا۔ اس کے مقابلے میں کسی اور زبان کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب حضور ﷺ ان کے سامنے قرآنی آیات تلاوت کرتے تو اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے اعجاز و انداز سے چونک پڑتے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ ایک امی اس قدر عمدہ کلام کیسے پیش کر سکتا ہے، ہو نہ ہو آپ شاعر ہیں، اس لئے ایسا ادبیت سے رچا بسا کلام پیش کرتے ہیں۔ چناں چہ وہ لوگ کلام الٰہی کی معنویت کو گھٹانے کے لئے کہتے:

بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۲۱)

بل کہ یہ شخص شاعر ہے۔

ابتر ہونا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولاد نرینہ زندہ نہ رہی، ایام طفلی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لئے کفار مکہ نے اسے بھی نشانہ بنایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے، اس لئے کسی اولاد نرینہ کو زندہ رہنے نہ دیا۔ لڑکا تو بڑھاپے کا سہارا ہوتا ہے، اس سے ہی باپ

دادا اور خاندان کا نام روشن ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا تعلق سماج سے کٹ گیا ہے۔ مکے کے سردار عاص بن وائل سہمی کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ کہتا وہ تو ابتر ہیں، مرجائیں گے تو کوئی نام لیوا نہیں رہے گا۔(۲۲) قرآن میں اس غلط نظریئے کی تردید اس طرح کی گئی ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ O فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ O إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ O (۲۳)

(اے نبی ﷺ) ہم نے تمہیں کوثر عطا کردیا، پس تم اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو، تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

اللہ نے آپ ﷺ کو تنہا چھوڑ دیا ہے

حضور ﷺ کی ایک خاص صفت یہ بھی تھی کہ آپ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے، تاکہ یک سوئی سے اپنے رب کے حضور راز و نیاز کی باتیں کرسکیں۔ بلا ضرورت آپ ادھر ادھر نہ جاتے تھے۔ نبوت سے سرفراز کئے جانے کے بعد بھی دین کی تبلیغ کے لئے عموماً تنہا ہی جاتے۔ خانہ کعبہ میں بھی تنہا ہی عبادت کرتے تھے۔ حال آں کہ آپ کے اصحاب اور جاں نثاروں کی کمی نہ تھی۔ اس تنہائی اور اکیلا پن کو کفار مکہ نے غلط جامہ پہنایا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا ہوئے تو دو تین دن تک رات کے آخری حصے میں بیدار ہوکر مصروف عبادت نہ ہوئے، یا کسی وجہ سے جبرئیل امین وحی لے کر نہ آئے۔ اس پر بدبخت عورت ام جمیل نے آپ کو طعنہ دیا کہ اے محمد میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے شیطان (جبرئیل امین) نے تمہیں تنہا چھوڑ دیا ہے، دو تین رات سے وہ نہیں آتے ہیں۔ مشہور روایت کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی طعن کے جواب میں سورہ الضحیٰ' نازل کی۔(۲۴) جس میں فرمایا گیا ہے:

وَالضُّحَىٰ O وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ O مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ O وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ O وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ O أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ O وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ O وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ O فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ O وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ O وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ O (۲۵)

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب کہ وہ سکون کے ساتھ طاری ہوجائے۔ (اے نبیؐ) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا اور یقیناً تمہارے لئے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے اور عن قریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہوجاؤ گے، کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی

اور تمہیں نادار پایا اور پھر مال دار کر دیا، لہٰذا یتیم پر سختی نہ کرو اور سائل کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔

مطالبۂ معجزات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچا دکھانے کے لئے بعض وقت یہ لوگ آپ سے کہتے کہ اگر واقعی آپ نبی ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں تو ہمیں کوئی ایسا معجزہ دکھایئے جسے نہ ہماری آنکھوں نے کبھی دیکھا اور نہ کانوں نے کبھی سنا ہو۔ حال آں کہ ان کے سامنے قرآن مجید کھلا ہوا معجزہ تھا۔ معجزات کے ضمن میں ان کے جو مطالبات تھے، اس پر قرآن کریم میں اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

وَقَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الأَرْضِ يَنبُوعاًO أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِيراًO أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفاً أَوْ تَأْتِيَ بِاللّهِ وَالْمَلآئِكَةِ قَبِيلاًO أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً نَّقْرَؤُه(۲۶)

اور انہوں نے کہا: ہم تیری بات نہ مانیں گے یہاں تک تو ہمارے لئے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری کر دے، یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں جاری کر دے، یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے، یا خدا اور فرشتوں کو رو در رو ہمارے سامنے لے آئے، یا تیرے لئے سونے کا ایک گھر بن جائے، یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے پر بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔

کفار مکہ نے بہ یک وقت کئی معجزات طلب کر ڈالے۔ جو منشائے نبوت کے خلاف تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ ان کو ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے آئے تھے، نہ کہ ان کی خواہشات کی پیروی کرنے۔ ان کے سوالوں کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُواْ لَوْلاَ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَO (۲۷)

یہ لوگ جنہوں نے (رسالت محمدی کو ماننے سے) انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری، کہو، اللہ جسے چاہتا ہے گم راہ کر دیتا ہے

اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

جو سوالات اور مطالبات کفار نے حضور ﷺ سے کئے، اس سے ان کا منشا ہرگز یہ نہ تھا کہ اگر یہ پورے ہو جائیں تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں گے، بل کہ یہ ان کا تمسخر تھا، اسی زعم میں انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے یہ سوال بھی کیا کہ اگر آپ اللہ کے واقعی نبی ہیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو آپ اپنے اللہ سے روزانہ ہمارے سامان کا نرخ معلوم کرکے بتایئے تاکہ ہم اسی کے مطابق اپنا سامان فروخت کریں، جس سے زیادہ منافع ہو۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے اس کا جواب دیا:

قُلْ لَاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ، وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ○ (۲۸)

اے نبی (ﷺ)، ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لئے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔

کفار مکہ کے مطالبات میں جو چیز مخفی تھی وہ یہ کہ حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کیا جائے اور ان کا مذاق اڑایا جائے۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر ایسے مطالبات کرتے تھے جن کا پورا ہونا ممکن نہ تھا۔ چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ دلوں کے حال سے بہ خوبی واقف ہے، اس لئے ان کے مطالبات کو اہمیت نہ دی گئی۔ یہاں تک کہ ان مطالبات سے کفار کے کیا مقاصد تھے اس پر سے بھی پردہ اٹھایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَیْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوا فِیْهِ یَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ○ (۲۹)

اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور دن دہاڑے اس میں چڑھنے بھی لگتے تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہو رہا ہے، بل کہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا:

وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ○ (۳۰)

یہ لوگ جنہوں نے تمہاری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری، تم تو محض خبردار کر دینے والے ہو اور ہر قوم

کے لئے ایک رہ نما ہے۔

بعض علمی سوالات

کفار مکہ اپنی دھن میں لگے رہے کہ کوئی ایسی صورت بنے کہ جس سے سرعام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت گھٹائی جائے، تاکہ ان کے ساتھی بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اسی زعم میں نصر بن الحارث اور عقبہ بن ابی معیط یثرب کے یہودی عالم کی خدمت میں پہنچے اور بعض علمی سولات سیکھ کر آئے۔ ان کے سولات بڑے پائے کے تھے۔ لیکن ساتھ ہی اس یہودی عالم نے یہ بھی بتادیا کہ اگر وہ ان سوالوں کا صحیح صحیح جواب دے دیں تو سمجھ لینا کہ یہ وہی برگزیدہ نبی ہیں، جن کی آمد کی بشارت کتب سابقہ میں دی گئی ہے (۳۱) ان کے سولات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اصحاب کہف کون تھے؟ ۲۔ ذوالقرنین کون تھے؟ ۳۔ روح کیا ہے؟

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سوالوں کے ذریعے وہ بازی مار جائیں گے۔ لیکن جب انہوں نے یہ سوالات اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم کے سامنے پیش کئے تو انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ چناں چہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے اول الذکر دونوں سوالوں کا جواب دے دیا جس کی تفصیل سورہ کہف اور سورہ بنی اسرائیل میں موجود ہے۔ آخری سوال کے متعلق نبی نے اللہ کے حکم سے فرمایا:

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (۳۲)

یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال پوچھتے ہیں، کہو یہ روح میرے رب کے حکم سے آتی ہے

قرآن کریم مکے کے کسی رئیس پر کیوں نہ نازل ہوا؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شروع سے ہی کفایت شعار تھے۔ کسب معاش کے لئے آپ نے تجارت کے علاوہ اور دوسرے بھی کام کئے۔ اس سے جو منافع ہوتا، اس میں سے اتنا ہی آپ رکھتے کہ جس سے گزر بسر ہو سکے۔ ازدواجی رشتہ قائم ہونے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت وتجارت کا مختار کل بنا دیا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کو کبھی پسند نہ کیا۔ اس لئے حضور ﷺ کی ظاہری شان وشوکت مکہ اور طائف والوں کے نزدیک ہیچ معلوم ہوئی جسے انہوں نے غربت وافلاس پر محمول کیا اور قرآن کریم کی اہمیت گھٹانے کے لئے یہ طعنہ دیا کہ ایسے لوگوں پر اللہ اپنا کلام نازل کرتا ہے جن کی سماج میں کوئی حیثیت نہیں کیا مکے میں کوئی رئیس اللہ کو نہ ملا تھا کہ جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔ ایسے شخص پر قرآن کا نزول ہی بے وقعتی ظاہر کرتا ہے، بھلا ہم اس کی باتوں کو کیوں مانیں۔ قرآن میں ان

کی اس لغو بیانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ O (۳۳)

کہتے ہیں یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی

حضور ﷺ طائف اس مقصد سے تشریف لے گئے کہ شاید وہاں کے لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوجائیں، مگر وہاں کے لوگوں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ مکہ والوں نے بھی نہ کیا تھا۔ آپ ﷺ طائف کے تین مشہور سرداروں سے ملے اور انہیں دین کی دعوت دی تو ان میں سے ایک نے آپ کی نبوت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ کیا خدا کو تیرے سوا نبی بنانے کے لئے کوئی نہ ملا تھا۔ دوسرے نے کہا کہ اگر خدا نے تجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تو کعبے کا پردہ چاک کردے۔ تیسرے نے کہا کہ میں تم سے ہرگز بات نہیں کرسکتا کیوں کہ تم اگر رسول ﷺ ہو تو تمہاری باتوں کو رد کرنا میرے لئے انتہائی خطرناک بات ہے اور اگر تم نے اللہ پر جھوٹ باندھ رکھا ہے تو پھر مجھے تم سے بات کرنی ہی نہیں چاہئے۔ (۳۴) اس طعن و تشنیع کے علاوہ ان لوگوں نے آپ کے پیچھے اوباش قسم کے لڑکوں کو لگادیا جو مستقل ٹھٹھے مارتے اور آپ پر پتھر برساتے تھے۔ اس سنگ باری کی وجہ سے آپ کا جسم لہولہان ہوگیا۔ زخموں کی تاب نہ لاسکے تو مجبور ہوکر وہاں سے نکلے اور قریب کے ایک باغ میں پہنچے۔ اس وقت آپ نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

بعض شرپسند جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں آتے جاتے دیکھتے تنگ کرنا شروع کردیتے اور برا بھلا کہتے۔ کبھی طعن کے انداز میں کہتے کہ یہ نبی ہیں جو ہمیں سمجھانے آئے ہیں۔ اس طرح کی باتوں سے ان کا مدعا یہ ہوتا کہ آپ دل برداشتہ ہوجائیں اور اپنے کام سے باز آجائیں۔ قرآن نے کفار کے اس رویے کا بھی پردہ فاش کیا ہے:

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُواً أَهٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ رَسُولاً O (۳۵)

یہ لوگ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہارا مذاق بنالیتے ہیں۔ (کہتے ہیں) کیا یہ شخص ہے جسے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟

مکہ چوں کہ مرکزی مقام تھا، اس لئے یہاں پورے عرب کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا، خاص طور سے بعض اہم مواقع پر لوگوں کی بڑی بھیڑ ہوجاتی تھی۔ ایسے موقعوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہم وسلم ان نو واردوں سے ملتے اور ان کے سامنے دین پیش کرتے۔ کفار مکہ اکثر و بیشتر ان سے پہلے ہی مل لیتے

اوران کے کان بھردیتے کہ یہاں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہتا ہے، حال آں کہ وہ بہت بڑا جادوگر ہے، جو کوئی اس کے قریب جاتا ہے یا اس کی باتوں کو سنتا ہے وہ اس کے جادو کے اثر سے گم راہ و بے دین ہو جاتا ہے۔ اگر وہ تمہارے پاس آئے تو تم ان کی طرف التفات نہ کرنا اور اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لینا، تا کہ اس کی باتیں تمہارے کانوں تک نہ پہنچیں۔

اسی طرح بڑے بڑے مجمعوں میں کفار مکہ آپ کو اپنے آبائی دین کا منکر بتاتے۔ کچھ لوگ تو صرف اس کام پر مامور تھے کہ حضور کہاں جا رہے ہیں اور کس سے مل رہے ہیں، اس پر نظر رکھیں۔ خاص طور سے ابولہب وہاں پہنچ جاتا اور مخاطب کو روکتا کہ آپ کی باتوں کو نہ سنے۔ (۳۶)

اذیت پہنچانے کی مختلف ترکیبیں

نفرت وعداوت میں کفار ومشرکین یہاں تک گر گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر غلاظت ڈال دیتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابوجہل اور اس کے کچھ ساتھی حرم میں موجود تھے۔ وہیں آپ نماز ادا کر رہے تھے۔ ابوجہل نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتا دیکھ کر کہا. کون ہے جو اونٹ کی اوجھ لائے اور حضور ﷺ کی پشت پر رکھ دے۔ بد بخت وشقی عقبہ بن ابی معیط اٹھا اور اونٹ کی اوجھ لا کر سجدے کی حالت میں آپ کی پشت پر رکھ دی۔ (۳۷) خاص طور سے ابوجہل، عقبہ بن ابی معیط، ابولہب اور اس کی بیوی آپ کو اذیت پہنچانے میں پیش پیش تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا. میں دو بدترین پڑوسیوں کے درمیان رہتا تھا۔ ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط۔ یہ دونوں میرے دروازے پر نجاستیں لا کر ڈالا کرتے تھے۔ (۳۸) ان کے رویے سے دل برداشتہ ہو کر حضور ﷺ فرماتے تھے: ''اے عبد مناف کیا پڑوسی کا یہی حق ہے جسے تم ادا کر رہے ہو۔'' ابولہب کی بیوی ام جمیل آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیا کرتی تھی۔ (۳۹)

ایسے لوگوں کی تعداد بھی خاصی تھی جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے حضور ﷺ کے پیش کردہ دین کو مکہ میں پنپنے نہیں دیں گے۔ اسی سبب سے انہوں نے حضور ﷺ کی رسالت کو مجروح کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ ابوجہل بن ہشام، ابولہب بن عبدالمطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، ابوقیس بن الفاکہ بن مغیرہ، عاص بن وائل، نضر بن الحارث، منبہ بن الحجاج، زہیر بن امیہ، سائب بن صیفی، اسود بن عبدالاسد، عاص بن سعید بن العاص، عقبہ بن ابی معیط، ابن الاصدی ہذلی، حکم بن ابی العاص، عدی بن حمرا وغیرہ میں بیش تر لوگ آپ کے پڑوسی

تھے۔(۴۰) جو ہر وقت ایذا رسانی کے درپے رہتے تھے۔

یہ لوگ لمبے عرصے تک آپ کے مشن کے اثرات کو کم کرنے میں کام یاب نہ ہو سکے تو آخر میں آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا، تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعوذ باللہ آپ کا کام تمام کر دیں۔ خاص طور پر اس کا مظاہرہ ہجرت مدینہ کے وقت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور آپ ﷺ صحیح وسالم ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے۔

مدینے میں درپیش مسائل اور یہودیوں کا ردعمل

آپ ﷺ اللہ کے حکم سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔ آپ کی آمد پر نہ صرف مدینے کے مسلمانوں نے خوشی کا اظہار کیا، بل کہ یہودیوں کے بعض سنجیدہ اور فہیم لوگوں نے بھی اظہار مسرت کیا۔ کیوں کہ یہود یہی توقع لگائے بیٹھے تھے کہ نبی بنی اسرائیل میں سے ہوں گے، جن کے وارث اور امین ہم ہیں۔ لیکن جب انہیں پتا چلا کہ ایسا نہیں ہے تو ان کی دل چسپی حضور ﷺ سے نہ صرف ختم ہو گئی بل کہ وہ مخالفت پر اتر آئے۔ رومانوی سیرت نگار کونسٹینٹن ویرژیل جورجیو (Constanttin Virjil Gheroghiu) نے اپنی کتاب La vie de (عکس سیرت) میں لکھا ہے کہ یہود کی محمد ﷺ سے مخالفت کا آغاز حضور کے قبا پہنچنے کے بعد ہی ہو گیا تھا اور مدینے پہنچنے کے بعد اس میں تیزی آ گئی تھی۔ یہودیوں نے نبی کے متعلق اپنے مفاد میں جو مفروضہ تیار کر رکھا تھا، آپ نے قیام قبا کے خطبہ جمعہ میں ہی اس کا بھانڈا پھوڑ دیا، جس سے ان کی توقعات پر پانی پھر گیا۔ اب کیا تھا، یہودیوں کے سرداروں نے طرح طرح سے مدینے میں افواہیں پھیلائیں اور نو وارد مہاجرین کے تعلق سے انصار کے دلوں میں نفرت وعداوت پھیلانے کی کوشش کی۔(۴۱)

یہودیوں میں سب سے پہلے یاسر بن اخطب یعنی حی بن اخطب کا بھائی خدمت اقدس میں حاضر ہو اور آپ ﷺ کے کلام سے متاثر ہو کر اپنی قوم سے کہا: ''میرا کہا مانو! تحقیق یہ وہی نبی ہے جس کے ہم منتظر تھے، وہ آ گئے ہیں۔'' (۴۲) اس تیقن کے باوجود انہوں نے آپ ﷺ کی مخالف کی۔ ان کے نظریات کے مطابق نبی کو بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہیے تھا۔ بنی اسرائیل خود کو خدا کی منتخب قوم سمجھتے تھے۔ اپنی قوم سے باہر کسی اولوالعزم کا وجود انہیں گوارا ہی نہ تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ رسول عربی ﷺ بنی نوع انسانی کے کسی قبیلے کے لئے کسی ترجیحی سلوک کے قائل نہیں اور وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی خدا کا ایسا ہی برگزیدہ نبی بتلاتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو تو انہیں رسول پاک ﷺ سے کوئی دل چسپی نہ رہی اور وہ بھی مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگے۔(۴۳) قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

محمد ﷺ نے اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ وتاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ کو بھی ویسا ہی ظلم وستم کا آماج گاہ بنایا جائے جیسا کہ مسیح کو بنا چکے تھے۔(۴۴)

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

یہودِ مدینہ آستین چڑھا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس شدت سے مجادلے پر اتر آئے، جس کے سامنے قریش مکہ کے مظالم بھی گرد تھے۔انہوں نے ہر قسم کے فریب وجدل کے ساتھ انبیائے سابقین کی تعلیم سے ایسی پیشین گوئیاں وضع کرلیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب (رسالت) پر معترض ہو سکتی تھیں۔وہ آں حضرت ﷺ کے ساتھ آپ کے دوست داران مہاجر وانصار کو بھی اس قسم کے سوالات سے پریشان کرنے میں کوتاہی نہ کرتے۔(انہوں نے) مدینے ہی کے رہنے والے ایسے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرلیا تھا جو منافق تھے اور مصنوعی اتقا و پرہیز گاری کے اظہار میں اسلام کا سوانگ بھر رکھا تھا۔آج سے وہ بھی یہود کو دیکھ کر مسلمانوں کے سامنے اسلام پر اعتراض کرنے لگے۔ان تمام طائفوں کا مقصد ایک ہی تھا مسلمانوں کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول ﷺ پر اعتقاد میں تزلزل پیدا کرنا۔(۴۵)

حضور ﷺ کی سیرت وشخصیت پر یہودیوں کا حملہ

یہود ومنافقین مدینے کی آبادی کا اہم حصہ تھے۔دونوں آپس میں مل کر نہ صرف اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے بل کہ حضور ﷺ کی مجلس میں آتے اور ذومعنی الفاظ کے ذریعے انہیں مطعون کرتے اور استہزائیہ وحقارت آمیز جملے کہتے تھے، جس سے مسلمانوں کی دل آزاری تو ہوتی ہی تھی، حضور ﷺ کو بھی اس کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ان کی اس ذلیل حرکت کا ذکر قرآن نے اس طرح کیا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُواْ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيّاً بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْناً فِيْ الدِّيْنِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِن لَّعَنَهُمُ اللّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُوْنَ إِلاَّ قَلِيْلاً٥ (۴۶)

جن لوگوں نے یہودیت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے، ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دین حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ

کر کہتے ہیں سمعنا وعصینا اور اسمع غیر مسمع اور راعنا۔ حال آں کہ اگر وہ کہتے سمعنا واطعنا اور اسمع
اور انظرنا تو یہ ان ہی کے لئے بہتر تھا اور زیادہ راست بازی کا طریقہ تھا۔ مگر ان پر تو ان کی باطل
پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے، اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

ایسی صورت میں بھی ان کے ساتھ سختی کرنے کے بہ جائے حضور ﷺ صبر وتحمل سے کام لیتے رہے۔ یہود ومنافقین آپ سے ملتے تو آپ کو سلام کرنے کے بہ جائے السام علیک کہتے، جس کا معنیٰ ومطلب یہ ہوتا کہ تمہاری موت ہو۔ ایک بار حضرت عائشہؓ ان کے اس جملے پر سخت برہم ہوئیں اور ان کے حق میں کہا السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم اس وقت بھی اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو سمجھایا اور کہا نرم خوئی کا مظاہرہ کرو اور سختی اور بدکلامی سے اجتناب کرو۔ (۴۷)

احکام اسلام پر یہود کے اعتراضات

یہود مدینہ اگر ایک طرف مسلمانوں کے وجود کا صفایا کرنے کے لئے قریش مکہ کے ساتھ ساز باز کئے ہوئے تھے تو دوسری طرف وہ مسلمانوں کے دل سے اسلام کی آفاقیت کو مشکوک ٹھہرانے کے لئے بڑے الٹے سیدھے اعتراضات کرتے تھے، تاکہ مسلمان متنفر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوجائیں اور انہیں مدینے سے نکال باہر کریں۔ یہ ایسی کوشش تھی کہ اگر یہود کامیاب ہوجاتے تو مسلمانوں کے لئے بڑے مسائل پیدا ہوجاتے۔ مگر خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبان سے معقول جواب دیا۔ ان کے چند اعتراضات یہاں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ اسلام مسلمانوں کو مجبوری کی حالت میں حکم دیتا ہے کہ جنابت کی حالت میں پاکی حاصل کرنے کے لئے تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اس پر یہود یہ اعتراض کرتے کہ سابقہ کتابوں میں اس قسم کی اجازت نہیں ہے تو پھر یہ کیسا اسلام ہے اور اللہ کی کیسی کتاب ہے کہ جس میں ناپاکی کی حالت میں محض تیمم کر لینے کے بعد نماز کی اجازت دیتا ہے۔ یہ کوئی خدائی مذہب نہیں ہوسکتا۔

۲۔ اسلام نے کم زور طبقات مثلاً یتیموں، عورتوں اور کم زوروں کے حقوق متعین کر دیئے، تو اس سے یہودیوں کی ظلم وزیادتی کی راہیں مسدود ہونے لگیں تو یہودیوں نے اس کے خلاف بے بنیاد باتوں کی تشریح کی، ان کی پوری کوشش یہ رہی کہ وہ ان اصلاحات کو ناکام بنادیں۔

۳۔ تحویل قبلہ کا حکم آیا تو یہود نے اس کو بھی برداشت نہ کیا اور کہا کہ یہ مسلمان بھی کیا عجیب لوگ ہیں کہ بیٹھے بٹھائے انہوں نے اپنا قبلہ بدل دیا اور نئے قبلے کی طرف منہ پھیرلیا۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

اسلام اور پیغمبر اسلام کے مشن کی مخالفت میں مدین میں منافقین کا بھی ایک بڑا قوی گروہ تھا۔ اس کی حیثیت مار آستین کی تھی۔ یہ بہ ظاہر مسلمان ہونے کا دم بھرتے تھے مگر اندر سے اسلام کو کم زور کرنے کے لئے کمربستہ تھے اور بڑی ہوش یاری کے ساتھ یہود مدینہ کے فکر و خیال کو تقویت پہنچاتے تھے۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اسے نہ تو اپنے خان دان کے مسلمانوں سے محبت تھی اور نہ ہی رسول ﷺ اللہ سے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کے مدینے پہنچنے کے بعد اسے ملنے والا وہ سماجی تفوق حاصل نہ ہوسکا جس کا وہ دعوے دار تھا اور جس کو حاصل کرنے کی اس نے پوری تیاری کر لی تھی۔ اسی عناد میں اس نے اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے کی ٹھان لی اور اپنا ایک گروہ بنا لیا۔ یہ سب حضور ﷺ کی خفیہ تدابیر کو نہ صرف افشا کرتے، بل کہ وہ بعض مواقع پر کھلے عام آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ ایسے لوگوں کے منافقانہ کردار کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَى مَا أَنزَلَ اللّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُوداo (۴۸)

اور جب ان سے کہا جاتا کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف تو ان منافقوں کو تم دیکھتے ہو کہ یہ تمہاری طرف سے کتراتے ہیں۔

منافقین اور یہود حضور ﷺ سے کس انداز میں ملتے اور آپ کی توہین کرتے اس کے متعلق قرآن میں فرمایا گیا ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَإِذَا جَاؤُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُo (۴۹)

کیا تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنہیں سرگوشیاں کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، پھر بھی وہ وہی حرکت کئے جاتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ یہ لوگ چھپ چھپ کر آپس میں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہیں اس طریقے سے سلام کرتے ہیں جس طرح اللہ نے تم پر سلام نہیں کیا ہے اور

اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہماری ان باتوں پر اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ ان کے لئے جہنم ہی کافی ہے، اسی کا وہ ایندھن بنیں گے، بڑا ہی برا انجام ہے ان کا۔

اس کے علاوہ منافقین آپس میں بیٹھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حق میں بدگوئی کرتے۔ کوئی اگر یہ کہتا کہ ہوسکتا ہے نبی کو اس کا علم ہوجائے تو شامت آجائے گی۔ اس پر یہ کہتے کہ اس کی کیا پروا، وہ تو کان ہی کان ہیں، یعنی جو سنتے ہیں ان سنی کر دیتے ہیں، یا جو بات ہم توڑ مروڑ کر کہتے ہیں اسے وہ مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ نے ان کی گرفت کی اور فرمایا:

وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ‌ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَرَحۡمَةٌ لِّـلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ‌ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ (۵۰)

ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کانوں کا کچا ہے۔ کہو وہ تمہاری بھلائی کے لئے ایسا ہے۔ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اہل ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان دار ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ہجرت کے بعد حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ آگئے۔ مدینہ کے باشندے ہجرت سے قبل ہی مسلمان ہوگئے تھے۔ نبی کے قدم مبارک یہاں پڑے تو اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ گویا کہ نبی کو مدینے میں کافی حد تک مامون ہونا چاہئے تھا اور اسلام کو یہاں کوئی خطرہ درپیش نہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر صورت حال ایسی نہ تھی۔ بل کہ یہاں سب کچھ ہونے کے بعد بھی خوف و ہراس کے بادل منڈلاتے رہتے تھے۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

عام خیال یہ ہے کہ اسلام جب تک مکہ میں تھا مصائب گوناگوں کی آماج گاہ تھا، مدینے آکر اس کی کلفتیں دور ہوئیں، مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ مکے میں جو مصیبت تھی، گو سخت تھی، لیکن تنہا اور منفرد تھی، مدینہ میں آکر وہ متعدد اور گوناگوں بن گئی۔ مکہ کل ایک قوم تھا، مدینے میں انصار کے ساتھ یہود بھی تھے، جو عادات و خصائل، مذہب اور دیانت میں انصار سے بالکل مختلف اور ان کے حریف مقابل تھے۔ اس پر ایک تیسری قسم (منافقین) کا اضافہ ہوا، جو مار آستین ہونے کی وجہ سے دونوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ مکہ اگر قابو میں آجاتا تو حرم کی وسعت اثر کی وجہ سے تمام عرب کی گردنیں خم ہوجاتیں، لیکن مدینے کا اثر

چاردیواری تک محدود تھا۔ مدینہ اب بیرونی خطرات سے بالکل مطمئن تھا، لیکن رسول ﷺ کی قیام گاہ ہونے نے اس کو قریش کے غیظ وغضب کا تاراج گاہ بنادیا۔ (۵۱)

سیرت رسول پر اعتراضات نئے دور کا آغاز

فتح مکہ کے بعد خطہ عرب میں کوئی ایسی چنگاری نہ بچی جو مسلمانوں کی جمعیت کو بہ آسانی خاکستر کرسکے۔ وصال نبوی کے بعد صحابہ کرام دین اسلام کی اشاعت کی جدوجہد کرتے رہے، جس کے نتیجے میں بہت جلد اسلام دور دراز ملکوں میں پہنچ گیا۔ مصر، فرانس اور افریقہ کے عیسائی ہوں یا یہودیوں کی مختصر تعداد، سب نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کی۔ اسلام کی اس مقبولیت اور برتری دیکھ کر عیسائیوں کے بعض مذہبی رہ نماؤں نے کروٹ بدلی اور اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اسلام اور نبی کی سیرت کو ہدف تنقید بنایا اور پروپیگنڈے کے زور پر آپ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی۔ اس میں وہ اس حد تک بڑھ گئے کہ انہیں یہ احساس تک نہ رہا کہ جو کچھ کہا جارہا ہے، اس کا تعلق پیغمبر اسلام کی سیرت وشخصیت سے ہے بھی کہ نہیں اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

تاریخی حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جس مذہبی رہ نما نے اسلام اور نبی کی سیرت پر اعتراض کیا وہ جان آف دمشق (پ: ۶۷۶ء) تھا۔ اس نے پیغمبر اسلام کے خلاف نفرت اور دشمنی کی آگ بھڑکادی اور اس کے پیروؤں نے حضور ﷺ پر طرح طرح کے الزام واتہام لگائے اور اسلام کا تعارف ایک نبی کاذب کے بت پرستانہ مذہب کی حیثیت سے کرایا۔ (۵۲) جان کے بعد عیسائی دنیا کے بہتیرے علما اور مذہبی رہ نماؤں نے قرآن کریم اور حضور ﷺ کی ذات گرامی کو کئی سو سال تک موضوع سخن بنائے رکھا اور حیرت انگیز افسانے تراشے۔ اس دور میں ان لوگوں نے زیادہ زور اس بات پر دیا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی نہیں بل کہ بہت پڑھے لکھے شخص تھے، توریت اور انجیل سے اکتساب کرکے آپ نے قرآنی عبارتیں تیار کیں، بہت بڑے جادوگر کے ساتھ آپ (العیاذ باللہ) حد درجہ ظالم، سفاک اور جنسی طور پر پراگندہ شخصیت کے حامل تھے۔ (۵۳) نقل کفر کفر نہ باشد۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے ان کے ذہنی خبث کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

ملکہ الزبیتھ کے زمانے کے ایک عیسائی مبلغ ہنری اسمتھ کے حوالے سے 'راجر وینڈوور' نے اسلام میں حرمت خنزیر کی جو علت بیان کی ہے، وہ انتہائی مضحکہ خیز اور دل آزار ہے۔ ایک نبی برحق کے متعلق جس نے دنیا کو انسانیت کا درس دیا اور اسے بہترین زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا، اس طرح کی باتیں کرنا عداوت کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا۔ (۵۴)

اسی طرح ایولوگس (م۸۵۹ء) نے کتے کی حرمت کے بارے میں جو افسانہ گھڑا ہے، وہ بڑا ہی تکلیف دہ ہے۔ یہ پورا افسانہ کسی معقول شخص کا تحریر کردہ نہیں ہوسکتا۔(۵۵)

سیرت نبوی پر جارحیت کا تسلسل

معترضین کی بڑی تعداد ہے۔ان لوگوں کا تعلق نہ صرف عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں سے ہے بل کہ ایسے بھی لوگ ہیں جنھوں نے کلیسائی تحریک سے متاثر ہوکر ہرزہ سرائی کا بازار گرم کیا۔تغیر زمانہ کے ساتھ مغرب کی معاندانہ سرگرمیوں کا رخ اور طریقہ بدلتا رہا۔ پہلے تو عیسائی دنیا نے اسلام کو مغلوب کرنے کے لئے پروپیگنڈے کے زور سے لوگوں کو جنگ پر ابھارا۔اس کی واضح مثال صلیبی جنگیں ہیں۔اس میں وہ ناکام ہوئے تو ایسا لٹریچر تیار کرکے پروپیگنڈا کرنے کی کوشش کی جس سے اسلام کا رخ زیبا داغ دار ہوکر رہ جائے اور مسلمان اپنے دین اور نبی کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ یہاں وہ ناکام ہوئے تو علم وتحقیق کے نام پر معاندانہ فضا ہموار کی۔ جب یہ سب حربے بھی ناکام ثابت ہوئے تو خود انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہماری کوشش اس وجہ سے لا حاصل ہورہی ہے کہ خود ہمارا طریقہ کار غلط ہے۔پھر انہوں نے اصلاح وترمیم کے بعد باضابطہ علمی میدان کا انتخاب کیا اور علوم اسلامیہ کے مطالعے پر زور دے کر اسلامی لٹریچر کے بعض کم زور ماخذ اور ان کی بعض جزئیات کی مدد سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی سیرت وشخصیت پر پے در پے حملے شروع کردیئے۔

جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی وہاں دوسرے لوگوں کی طرح یہود ونصاری کو ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔حد درجے رعایت ومراعات ملنے کے باوجود اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کے ارتکاب سے باز نہ آئے اور اپنے دل کا چور چھپا نہ سکے۔(۵۶) ایسے لوگوں کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے شان رسالت کے خلاف تحریک منافرت میں حصہ لیا اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات اور شخصیت کو داغ دار کرنے کی کوشش کی۔ادھر مسلم حکومتوں میں بعض وجوہ سے انتشار کے واضح آثار دکھائی دینے لگے تھے۔اس صورت حال میں عیسائیوں کے لئے زیادہ مشکل نہ رہا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف سر عام بغاوت کردیں۔ صلیبی جنگیں برسوں کے اسی پروپیگنڈے کا ثمرہ تھیں۔(۵۷)

مسلمانوں کے آپسی انتشار نے عالم اسلام کو شدید نقصان پہنچایا۔یہ ایسی کم زوری ثابت ہوئی کہ عیسائی دنیا کے لئے یہ کام آسان نظر آنے لگا کہ وہ ایک ایسی جنگ برپا کرے کہ جس میں مسلمانوں کا بالکل صفایا نہیں تو کم از کم معاملہ عیسائیوں کے برعکس ہوجائے۔لیکن یہ کام ابھی عیسائی دنیا کے لئے آسان نہیں

تھا۔ گرچہ اسے اپنے ابتدائی حملے میں کسی حد تک کام یابی تو ضرور ملی، مگر بالآخر مسلمان ہی اس میں کام یاب رہے۔ یورپ کی یہ جنگ کئی صدیوں پر محیط ہے۔ صلیبی جنگوں کی معرکہ خیزی سے صرف نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عیسائی پروپیگنڈے کا اثر عیسائیوں میں غیر معمولی ہوا اور پوپ کی اپیل پر لوگوں نے جوش وجذبے کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی۔ چوراچکوں نے بھی اسے اپنی بخشش اور مغفرت کا نادر موقع جانا اور گناہوں کے کفارے کے لئے شریک جنگ ہوئے۔ (۵۸)

صلاح الدین ایوبی کی حکمت اور اس کی دور اندیشی نے عیسائی دنیا کو اس کے ناپاک مقاصد میں ناکام کردیا۔ اب انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کو بارآور بنانے کے لئے جو طریقہ اختیا کیا وہ پرپیگنڈا نہیں بل کہ فکری مطالعہ تھا۔ عیسائیوں کی آئندہ حکمت عملی کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

صلیبی جنگوں میں ناکامی کے بعد یورپ کے علما اور اہل کلیسا نے علمی اور فکری محاذ پر مسلمانوں کو شکست دینے کا فیصلہ کیا اور استشراق کے پردے میں عربی اور اسلامی علوم کی حفاظت وتحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں غلط فہمی پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ اسلامی عقائد ونظریات میں تشکیک پیدا کرنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے اسلامی فرقوں اور ابتدائی صدیوں کے دوران میں پیش آنے والے علمی وفکری مباحث پر نام نہاد تحقیق ہوئی۔ اسلامی نظریہ جہاد اور اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کی حیثیت کے بارے میں مضحکہ خیز معلومات اور نتائج اخذ کیے گئے، فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ کی صحت واعتبار کے بارے میں شکوک پھیلائے گئے، مسلمان علما کی علمی وفکری کوششوں کی تحقیر کی گئی۔ اسلامی تحقیق کے نام پر ایسے مراکز، تعلیمی ادارے اور رسائل ومجلات جاری کیے گئے جن میں سارا زور شعائر اسلام کی توہین اور مسلم زعما کی تحقیر پر صرف ہوتا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی عیسائیت کا یہ حملہ صلیبی حملوں سے کہیں زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ مسلمانوں کی نئی تعلیم یافتہ نسل کی اکثریت نہ صرف عیسائی تحقیقی مراکز کی کوشش کو اسلام اور علوم اسلامیہ پر آخری سند بل کہ اسلامی تعلیمات اور بنیادی قدروں کو بے قیمت، بے معنی اور ذلت وپستی کا سبب سمجھنے لگی ہے۔ عیسائی مستشرقین کی اس کوشش میں متعصب یہودی مستشرق بھی پیش پیش رہے۔ (۵۹)

یورپی عیسائی کلیسا سے وابستہ اہل علم اور دانش وروں نے، کس طرح اسلامی علوم کی قدرومنزلت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے، اس کا ندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کلیسا کے زیر اثر پیٹر ونیریبل

(Peter the Venerable) کے ایما پر لاطینی زبان میں ترجمہ قرآن کی ناقص کوشش ۱۱۴۳ء میں سامنے آئی۔ اس کا سہرا ایک انگریز دانش ور رابرٹ کے سر جاتا ہے۔ اس کا مقدمہ نیر یبل نے لکھا۔ اس گروہ کے بعض لوگوں نے اسے خوب پسند کیا۔ جب کہ بعض دوسرے افراد نے اسے عیسائیت کے لئے ایک بدنما داغ قرار دیا، کیوں کہ اس میں حقیقت سے چشم پوشی اور فرضی باتوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی تھی۔ ویز یبل نے ان لوگوں کو جس طرح خاموش کرنے کی کوشش کی، اس سے اس گروہ کا تعصب اور لائحہ عمل کھل کر سامنے آ جاتا ہے: اگر میری مساعی صرف اس لئے لاحاصل نظر آ رہی ہیں کہ دشمن پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو عرض یہ ہے کہ ایک عظیم بادشاہ کے ملک میں کچھ کام ضرورتوں کے پیش نظر اور کچھ کام آرائش و زیبائش کے لئے اور کچھ دونوں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ صاحب امن سلیمان نے دفاع کے لئے ہتھیار بنوائے جن کی ضرورت اس کے دور میں نہیں تھی۔ داؤد نے ہیکل کی آرائشی اشیا تیار کروائیں، جب کہ یہ اشیا ان کے عہد میں استعمال نہیں کی جا سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا کام لاحاصل نہیں کہا جا سکتا، کیوں اگر گم راہ مسلمان اس سے راہ حق (Conversion) پر نہیں لائے جا سکتے تو وہ محقق جو تلاش حق میں سرگرداں ہیں، چرچ کے ان کم زور اراکین کو آگاہ کرنے سے ہرگز گریز نہیں کریں گے جو بہ آسانی متزلزل ہو جاتے ہیں یا غیر ارادی طور پر معمولی باتوں سے ہراساں ہو جاتے ہیں۔ (۶۰)

علوم اسلامیہ کے مطالعے سے اس کی دل چسپی اسلام کو سمجھنے کے لئے نہیں تھی، بل کہ اسلام کے کم زور پہلوؤں کو تلاش کر کے کلیسا کو وہ مواد فراہم کرنا تھا، جس کے ذریعے اسلام پر بے جا اور متعصبانہ حملہ کیا جا سکے۔ انہوں نے عیسائیت کی سربلندی کے لئے نہ صرف اسلام کو گم راہ مذہب کہا بل کہ حضرت موسیٰ کے ذریعے جس دین کی دنیا میں اشاعت ہوئی اسے بھی اس نے اسی خانے میں رکھا، البتہ اس کا تیکھا رنگ اسلام سے متعلق زیادہ واضح تھا۔ ۱۲۸۰ء میں ایک یہودی پروفیسر ابن کمونہ نے اپنی کتاب میں اسلام پر شدید تنقید کی۔ اس کا کہنا تھا کہ شرعی قوانین انصاف کے اصولوں سے متصادم ہیں۔ اس نے نبی کریم کی ذات اقدس کے حوالے سے یہ بھی کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ محمد کی ذات ہر لحاظ سے کامل تھی۔ اسلام قبول کرنے والوں نے اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر نہیں، بل کہ اپنے مفاد کی خاطر اسلام قبول کیا۔ (۶۱)

عیسائی دنیا کا ایک مشہور مصنف راجر بیکن ہے۔ اس نے عیسائیت کی برتری واضح کی اور دین محمدی کی اہانت جس انداز میں کی ہے اس سے اس کی بددیانتی کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو مشورہ دیا کہ اسلامی تعلیمات اور اس کی آفاقیت کو بے وقعت ثابت کرنا ہے تو سوائے اس کے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ دو طریقے اختیار کئے جائیں۔ ایک معجزات کا انکار کیا جائے اور دوسرے فلسفے پر بحث و تمحیص کی

جائے۔بعد میں اس نے اپنی ساری توجہ اس بات پر مرکوز کردی کہ اسلامی فلسفہ کی افادیت کا اعتراف کیا جائے، کیوں کہ فلسفہ بد دینوں کا اہم ترین ہتھیار ہے اور منطقی انداز اختیار کر کے اسلام اکھاڑ پھینکا جائے۔(۶۲)

بیکن کا ہم خیال ریمنڈلل بھی ہے، جو کبھی کلیسا کا رکن رہ چکا تھا۔اس نے اپنی ساری توانائی اسلام کے خلاف نفرت انگیز لٹریچر تیار کرنے میں صرف کی۔اسے مسلمانوں کی تباہی سے کم کوئی دوسری چیز مطمئن نہیں کرسکتی تھی۔وہ کئی کتابوں کا مصنف بھی ہے۔اس کا سب سے بڑا کارنامہ Refutation of Infidel Errors (لادینی اغلاط کا ابطال) نامی کتاب ہے۔اس نے خود عربی زبان سیکھی۔راہبوں کا ایک سلسلہ قائم کیا۔مقصد اسلام اور محمد کی حیاۃ طیبہ کا راست عربی سے مطالعہ کر کے تنقید کرنا تھا۔اپنے مطمح نظر کی اشاعت کے لئے وہ تیونس بھی گیا اور وہاں اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان میں کھلے عام گستاخی کا مرتکب ہوا جس کی وجہ سے شہر کے قاضی نے قید کی سزا سنائی اور پھر اسے شہر بدر کیا گیا۔اس کا نعرہ تھا' عیسائی شریعت وقانون مقدس ہے اور مورون (مسلمانوں) کا جھوٹا۔(۶۳)

جان دی سیگو یہ (Juan de Segovia) پندرہویں صدی عیسوی کا مشہور بشپ اور پوپ کا پر جوش حامی تھا۔آخر عمر میں اس نے علوم اسلامیہ کا مطالعہ شروع کیا اور پھر قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔اس نے اپنے ترجمے کے ذریعے لوگوں کو سابقہ حکمت عملی سے ہٹ کر نئے پیرائے میں اسلام پر اعتراض کرنے کا مشورہ دیا۔عیسائی مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لئے اس نے اجتماع اور کانفرنسوں کا بھی انعقاد کیا۔(۶۴)

اسی صدی کا ایک اور عالم اور فلسفی نکولاس آف کیوسا (Nicholes of Cusa) ہے، اس نے برسوں اسلام کے خلاف مواد جمع کیا۔اس نے اس مقصد کے لئے کانفرنسیں بھی منعقد کیں۔۱۴۶۰ء میں اس نے The Cribration of Alcoran کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں قرآنی مضامین کی چھان بین تفصیلی انداز میں کی اور یہ مفروضہ پیش کیا کہ قرآنی مضامین کے تین عناصر ہیں: پہلا نسطوریت، دوسرا عیسائیت کے اختلافی نظریات جن سے یہودی مشنریوں نے روشناس کرایا، تیسرا وہ ردو بدل، تحریف وتصرف جو وصال نبوی کے بعد یہود نے (نعوذ باللہ) قرآن میں کیا ہے۔اس کے نظریے کے مطابق نہ صرف جنگ وتبلیغ بل کہ فلسفہ بھی اسلام کے خلاف بے کار اور بے اثر ہے۔وہ خود قرآن میں نقائص کا متلاشی رہا اور دوسروں کو بھی اس راہ پر گام زن ہونے کی دعوت دیتا رہا۔(۶۵)

ژان ژرمان (Jean Jerman) پندرہویں صدی کا ایک فرانسیسی بشپ تھا۔اس کا انداز فکر دوسرے لوگوں سے مختلف تھا۔اس نے اپنے دور میں عیسائی حکم رانوں کو ابھارا کہ متفق ہو کر اسلام کے خلاف تلوار اٹھائیں اور عیسائیت کو فتح وحکم رانی سے ہم کنار کریں۔اس نے بڑی کوشش کی کہ مغرب کو متحد

کر کے کسی نہ کسی طرح پھر سے صلیبی جنگ چھیڑ دی جائے اور عیسائیت کو بہ زور شمشیر رائج کیا جائے۔ یہ شخص اس قدر متعصب تھا کہ مسلمان تو مسلمان، ان عیسائیوں سے بھی متنفر تھا جو کبھی کسی مسلمان ملک میں گئے ہوں یا جنہوں نے اسلام میں پائی جانے والی کسی حقیقت کا اعتراف کیا ہو۔ (۶۶) اینیئس سلوئیس (Aenias Silvius) ایک اطالوی پوپ تھا۔ اس کا انتقال ۱۴۶۳ء میں ہوا۔ اس نے بھی اپنی تمام علمی وفکری صلاحیت کو اس کام کے لئے صرف کر دیا کہ اسلام کی تخریب کی جائے اور عیسائیت کی تعمیر۔ (۶۷)

نیا دور، نئی حکمت عملی اور مستشرقین

جان آف دمشق کے بعد سیرت نبوی کو مشکوک بنانے کی جو کوشش مختلف پیرائے میں کی گئی وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ اپنے منصوبوں کو بار آور بنانے کے لئے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی کرتے رہے۔ اسی کی ایک کڑی مستشرقین کا وجود میں آنا ہے، جو باضابطہ سولہویں صدی میں کلیسا اور اس کے اراکین کے ذریعہ تجویز کردہ اہداف ومقاصد کے حصول کے لئے سامنے آئے۔ یہ گروہ بھی کلیسا کا پیدا کردہ تھا، اس لئے وہ انیسویں صدی تک کلیسا کی مقرر کردہ پالیسی پر کاربند رہا، بعد میں یہ گروہ کلیسا کی گرفت سے آزاد ہو گیا تو اس کے مطالعے وتحقیق کا میدان بھی مزید وسیع ہو گیا۔

یہ تحریک کوئی نئی نہ تھی، بل کہ پہلے سے ارتقائی منزل طے کرتی چلی آرہی تھی، جسے اس عہد میں آکر نئے نام سے متعارف کرایا گیا اور باضابطہ اس کے لئے ہدف اور دائرہ کار متعین کیا گیا، تاکہ اس میں رہ کر وہ اپنی سرگرمیوں کو نئے قالب میں پیش کر سکیں۔ چناں چہ تحریک استشراق کی تاریخ اور ان کے کام کی نوعیت کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں: تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کی علامت مانا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص بغض وعداوت کا اظہار موقع بہ موقع تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا اور وفور جذبات سے سرشار رومی، بازنطینی، لاطینی، مسیحی اور یہودی روایتیں صدیوں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، افواہوں کے دوش پر سفر کرتی رہیں اور کبھی کبھار تحریر وتصنیف اور وقائع واشعار کے قالب میں ڈھلتی رہیں اور ان کی اپنی آئندہ نسلوں کے لئے سرمایہ افتخار بنتی رہیں۔ چناں چہ ظہور اسلام کے بعد سے کوئی ساڑھے چار سو سال تک اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالے سے ان کی مخالفت ومخاصمت کا عام انداز یہی رہا اور اس تمام عرصے میں بل کہ اس کے بعد بھی مغربی دنیا اس قابل نہ ہو سکی کہ حقائق وواقعات

کا صحیح ادراک کر سکے اور مسلمانوں کی تاریخ وثقافت کو علم کی روشنی میں جان سکے۔ اس صورت حال کا ایک بہ ظاہر سبب ان کے دلی جذبات کے علاوہ یہ تھا کہ صحیح معلومات کے لئے اصل اسلامی مآخذ تک رسائی ممکن نہ تھی۔ پھر تعصب، سنی سنائی باتوں غلط فہمیوں اور خود ساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔ اس پر مستزاد تصادم وکش مکش کے وہ واقعات تھے جو تاریخ میں بار بار دہرائے گئے، خاص طور پر آنے والے زمانے میں صلیبی محاربات کا سلسلہ جس سے دشمنی وعداوت کا ایسا نشہ ان پر طاری ہوا جو آج تک نہیں اترا۔ صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت پاش پاش ہوگئی بل کہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی وفکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔ اس کی تدبیر اس سے بہتر کوئی اور نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرے کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ چناں چہ اس کام کے لئے جذباتی طوفان پہلے سے موجود تھا، پھر لاطینی آبادکار اور مسلم علاقوں سے آئے ہوئے عیسائی اور یہودی، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ علم ومعلومات رکھتے تھے، وہ کتنی ہی ناکارہ وخام سہی، ان کے لئے بہ ہر حال مفید مطلب تھیں جن کی مدد سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی (خاکم بہ دہن) ایک نفرت انگیز کریہ المنظر اور بھیانک تصویر پیش کی جاسکتی تھی اور سیرت رسول ﷺ کو افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیالی اور قیاسی انداز سے پیش کیا جاسکتا تھا۔ مختصر یہ کہ اس پورے عرصے میں بہ حیثیت مجموعی پیغمبر اسلام کے بارے میں مغرب کے پاس معلومات انتہائی مبہم اور ناقص تھیں اور اس خلا کو افسانہ طرازی اور دیومالائی اسلوب سے پر کیا گیا۔ (۶۸)

مستشرقین کا منصوبہ

مستشرقین نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے جو منصوبہ بنایا وہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مشرقی علوم خصوصاً عربی زبان سے واقفیت۔

۲۔ علوم اسلامی کا مطالعہ، تاکہ کم زور پہلو کو دریافت کر کے وہاں سے دباؤ ڈالا جاسکے۔

۳۔ اسلام کے خلاف مناسب دلائل کی فراہمی۔

۴۔ مسیحی تقدس سے لبریز فلسفہ جو عالم اسلام کے اذہان کو متاثر کر سکے۔

۵۔ ایسا لٹریچر جو مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی ختم کر سکے۔

۶۔ تبلیغی سرگرمیاں تاکہ مسلم معاشرے کو عیسائی بنایا جاسکے۔

اس کام کو انجام دینے کے لئے ۱۵۳۹ء میں عربی کا اولین شعبہ فرانس میں قائم کیا گیا، اس کی صدارت کی ذمے داری گلاؤم پوستال (Guillaume Postal) نے سنبھالی۔ یہ ایک بڑا مسیحی عالم تھا۔ اسے گروہ مستشرقین کا باوا آدم تصور کیا جاتا ہے۔ اس کی محنت سے مستشرقین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی جس میں جوزف اسکالیجر نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ان لوگوں کی کاوش اور سنجیدہ مطالعے سے ان کی تحقیق عربی زبان میں شائع ہونے لگی۔ اسی صدی کے آخر میں لندن میں عربی کا شعبہ قائم ہوا۔ اس ابتدائی کوشش کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ سترہویں صدی میں مغربی دنیا میں اسلامی لٹریچر کے مطالعے کو ہی معیار بنا کر اسلام پر وار کرنا شروع کر دیا گیا۔ بہ قول علامہ شبلی نعمانی:

سترہویں صدی کے سنین وسطی یورپ کے عصر جدید کا مطلع ہے، یورپ کی جدوجہد، سعی وکوشش اور حریت وآزادی کا دور اسی عہد سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارے مقصد کی جو چیز اس دور میں پیدا ہوئی وہ مستشرقین یورپ کا وجود ہے، جن کی کوشش سے نادر الوجود عربی کتابیں ترجمہ اور شائع ہوئیں، عربی زبان کے مدارس علمی وسیاسی اغراض سے جابہ جا ملک میں قائم ہوئے اور اس طرح وہ زمانہ قریب آتا گیا کہ یورپ اسلام کے متعلق خود اسلام کی زبان سے کچھ سن سکا۔ (۶۹)

اسلامی علوم کے مطالعے اور واقفیت کے جو ادارے اور شعبے قائم ہوئے ان میں ایک ادارہ روم میں بھی قائم ہوا، جو پوپ اربن ہشتم کی کوشش کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اس کا نام ہی اس نے کالج آف پروپیگنڈا سرکھا۔ یہاں مشرقی علوم کا مطالعہ بڑی سرگرمی سے کیا جاتا تھا۔ ۱۶۳۸ء میں آکسفورڈ میں شعبہ عربی قائم ہوا۔ ایڈورڈ پوکاک اس کے اولین صدر رہوئے۔ ان کے ہم عصروں میں اسکالنجر اور ہوتنگر نے بھی بڑی شہرت حاصل کی۔ ان کی کوششوں سے کم پڑھے لکھوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ B.de Herbdot نے مستشرقین کے فراہم کردہ مواد پر ایک کتاب ۱۶۹۷ء میں لکھی جس کا نام Bibliotheque Orientalo ہے۔ یہ کتاب مغرب میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا کام دیتی تھی۔ اسی عہد کے سنجیدہ مطالعے میں بہ قول علامہ شبلی: اتفاقاً یا قصداً ان مستشرقین نے ابتدا جن عربی کتابوں کا ترجمہ کیا وہ اکثر ان مسیحی مصنفین کی تصنیفات تھیں جو قرون ماضیہ میں اسلامی ممالک کے باشندے تھے، یعنی سعید بن بطریق (م۹۳۹ء) جو اسکندریہ کا پیٹریارک تھا اور ابن العمید المکین (۱۲۷۳ء) جو سلاطین مصر کا ایک درباری تھا اور ابو الفرج بل العبری الملطی (۱۲۸۶) مصنف تاریخ دول۔ (۷۰)

جس مقصد کے حصول کے لئے یورپ نے مختلف اداروں میں عربی علوم سے واقفیت کے ادارے

قائم کئے، وہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوئے اور عربی علوم کی منتقلی کا کام تیزی سے بڑھتا رہا، اسی ضمن میں اسلام کے خلاف زہریلا مواد خاصا تیار ہوگیا۔ تاہم اس گروہ کے بعض منصف خیال مصنفین کے قلم سے کچھ ایسے علمی کام ہوئے جو خود مستشرقین کے حق میں شدید تنقید تھے۔ چناں چہ رچرڈ سائمن (Recherd Simon) نے ۱۶۸۴ء میں مسلمانوں کے عقائد و دیانت داری پر مبنی کتاب لکھی جس پر اس کے ساتھیوں نے اسے مطعون کیا۔ اے ریلنڈ (A Relend) نے بھی اسی انداز میں اپنی کتاب تحریر کی۔ فلسفی پیر بیل (Perre Bayle) نے سیرت پر ایک منصفانہ کتاب ۱۶۹۷ء میں تحریر کی۔ اس صدی میں ہنری اسٹب (D.Henry stubb) Rise and Fall of Mohametanism کے نام سے ایک کتاب لکھی جو یقیناً اپنی چھوٹی موٹی خامیوں کے باوجود سیرت پر عمدہ تصنیف ہے، جس میں غیر جانب دارانہ مطالعہ پیش کرنے کے ساتھ مغرب کے فکر کے متعلق معذرت ظاہر کی گئی ہے۔ (۷۱)

مستقل اداروں کا قیام

جامعات اور تعلیم گاہوں میں عربی علوم اور زبان و ادب سے واقفیت کی کوشش کے نتیجے میں مستشرقین کی ایک بڑی تعداد تیار ہوگئی۔ تاہم ان کے لئے اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی گئی کہ ایسا ادارہ قائم کیا جائے جہاں بیٹھ کر یہ لوگ اپنے ہدف کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ چناں چہ اس منصوبے کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف ممالک اور متعدد سنین میں علوم شرقیہ کے مطالعے اور بحث و تحقیق کے ادارے قائم کئے گئے۔ جہاں سے کچھ کارآمد تحقیقات سامنے آئیں۔ یہ ماہرین بھی اس تعصب سے بالاتر نہ تھے جو مغرب کی گھٹی میں پڑا تھا۔ مذہبی عصبیت نے ماہرین کی نگرانی میں نئی راہ اختیار کی، غیر مفید حقائق بے دردی سے نظر انداز ہوئے، کارآمد مواد کا خردبینی سے مطالعہ کیا گیا اور اب جو اعتراضات سامنے آئے، ان میں شاطرانہ مہارت پائی گئی، جسے رد کرنا عام انسان کے لئے آسان نہ تھا۔ یہ اعتراضات عیسائی دنیا کے لئے خوش کن، عالم اسلام کے لئے کرب انگیز اور غیر جانب دار لوگوں کے لئے گم راہ کن تھے۔ (۷۲)

سیرت نبویؐ پر اعتراضات کے تعلق سے جو باتیں صدیوں سے منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں، وہ ایسی تھیں جو آگے چل کر عیسائی اہل قلم اور ماہرین تعصب کا پردہ فاش کرتیں۔ چناں چہ عیسائی دنیا سے اس عناد کے دھبے کو کم کرنے کے لئے مستشرقین سامنے آئے اور اپنے ہم خیال لوگوں کے بعض نظریات کی تردید کی۔ مثلاً اڈورڈ پوکاک نے لکھا کہ معلق تابوت کی کہانی پر مسلمان جی کھول کر ہنستے ہیں اور اسے محض عیسائی ذہن کی اپج قرار دیتے ہیں۔ ہمفرے پریدو نے اس کبوتر کے من گھڑت قصے کی تردید کی جو حضور

ﷺ کو اپنی آواز سے وحی کے الفاظ کان میں پہنچاتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ سب بے بنیاد اور حقائق سے بعید باتیں ہیں اور یہ کہ ایسی چالیں عربوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں۔ چناں چہ ایسے لوگوں کی خامہ فرسائی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں:

مذہبی جدل وتنگ نظری نے ان پر اس قدر غلبہ کیا کہ حضور کی ذات گرامی پر تہمتوں اور الزامات کے انبار لگا دیئے۔ ہر بری بات منسوب کی، صنمیات تک وضع کیں۔ چڑیا چڑے کی کہانیاں گھڑیں۔ وحوش وبہائم کی دل خراش داستانیں ترتیب دیں۔ کنویں کا افسانہ تراشا۔ بیماری کے قصے تیار کئے۔ چنگیز کے اسلاف سے تعلق ثابت کرنے کے لئے خراسان کی وطنیت منسوب کی۔ ہسپانیہ کے مفروضہ سفر کے اہتمام کئے۔ راہبوں سے نام نہاد تعلیم کے حصول کے ڈھول پیٹے۔ عیسائی فوج میں تربیت کی داستان تراشی۔ فرضی حکم راں کے خون کا الزام رکھا۔ کلیسا کی عہدہ داری اور الوہیت (کے دعوے) کی تہمت دھری۔ پھر جو کروٹ بدلی تو جہنم کے شیاطین کو بھی پناہ مانگنے پر مجبور کر دیا۔ (۷۳)

۸ رمئی ۱۸۴۰ء کو تھامس کارلائل نے اڈنبرا میں تاریخ کے ہیروز اور ہیروزشپ پر طویل لکچر دیا۔ اس میں اس نے پیغمبر اسلام کو دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے طور پر قبول کیا اور ان کے پیغمبرانہ کام کو تسلیم کیا۔ اس نے اپنی تقریر میں عیسائی دنیا کو خبردار کیا کہ ''محمد کے بارے میں ہمارے موجودہ خیالات کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک دھوکے باز پیغمبر تھے اور ان کا پیش کردہ مذہب خرافات کا مجموعہ ہے۔ غور وفکر کی روشنی میں یہ باتیں بے وزن دکھائی دیتی ہیں۔ جس دروغ گوئی کا انبار ہم نے اس مقدس ہستی کے گرد لگا دیا ہے وہ اس عظیم ہستی کے لئے نہیں، ہم مسیحیوں کے لئے باعث شرم ہے۔ گزشتہ بارہ صدیوں کے نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے اس پیغمبر عالی مقام کا پیغام آج بھی ۱۸ انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ کیا یہ ۱۸ انسان خدا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؟ ان تمام افراد کو بھٹکے ہوئے اور گم کردہ راہ سمجھیں تو سوچنے کا مقام ہے کیا جعلی پیغام بارہ صدیوں تک اس کامیابی سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ کیا میرے ہم مذہب بھائی بہن یہ بات نہیں جانتے کہ آج بھی کرہ ارض پر قرآن کریم کے اصول آگے بڑھ رہے ہیں۔ بناوٹ بناوٹ ہوتی ہے اور اسے ظاہر ہونے میں صدیاں نہیں لگتیں۔'' (۷۴)

کارلائل کے اس لیکچر سے مستشرقین کے گروہ میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ کیوں کہ اس نے مغرب کے معاندانہ رویے کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اب مستشرقین کے دعوے کے دبدبے طنطنے میں بدل گئے، لے وہی رہی سر میں فرق آ گیا۔ اب مستشرقین کے دو گروہ سامنے آئے۔ ایک نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نفسیاتی

اعتبار سے رسول ﷺ نارمل تھے، لیکن وحی اور پیغام الٰہی کے بارے میں (نعوذ باللہ) پرخلوص نہیں تھے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ پیغام الٰہی اور فرائض نبوت پر پختہ یقین رکھتے تھے، لیکن نعوذ باللہ ذہنی طور پر متوازن نہیں تھے۔ پھر ایک تیسرا گروہ وجود میں آیا جس نے بیچ کی راہ نکالنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ وہ غیر مخلص تو نہیں تھے تاہم قرآن کو وحی باور کرنے میں انہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔ (۷۵)

نیک نیتی ان کے کاموں میں کتنی ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ نکلسن نے پامر کے ترجمہ قرآن پر دیباچہ لکھا۔ اس میں وہ حضور کے خلوص کا اعتراف کرتا ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے :''جب حالات کے جبر کے تحت پیغمبر ایک حکم راں اور قانون ساز میں ڈھل گئے تو بھی یہ ایک نفسیاتی ضرورت تھی کہ وہ خود کو الہامی پیغامات کا منتخب ذریعہ سمجھتے رہے۔ (۷۶)

ویبر نے حضور کے مکی اور مدنی دور میں فرق کیا اور مدنی دور کو خواہشات نفس کی پیروی قرار دیتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ وہ مدینے میں حکم راں کے طور پر تھے اور مال و دولت کی ذخیرہ اندوزی میں مصروف ہو گئے۔ (۷۷)

میور نے حضور کی شان اقدس میں جو بہتان تراشے ہیں اس کا آئینہ دار اس کی کتاب لائف آف محمد ہے، کہ اس نے مسلمانوں کے قلب و ذہن کو مسموم کیا۔ وحی کے متعلق اس نے لکھا کہ اس کے متعلق خود نبی کو یقین نہیں تھا۔ واقعہ غرانیق اور دوسرے امور کی اس نے جو توجیہ کی ہے اس سے اس کے دل کا چور سامنے آ گیا (۷۸)

اسپرنگر کی کتاب کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ (نعوذ باللہ) آپ ایک بہروپیے سے زیادہ کچھ نہیں تھے۔ (۷۹)

جارج برناڈ شا سے کون واقف نہیں، اس کی علمی بصیرت کے سب ہی قائل ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو دبے لفظوں میں اس نے جس انداز سے مجروح کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے اس کی تمام کاوشیں مشکوک ہو کر رہ جاتی ہیں اور اس سے اس کا عناد کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> محمد عربی تندخو قبائل کو پتھروں کی پرستش سے ہٹا کر ایک خالص توحید کے منوانے کا عزم تو کر سکتے تھے، مگر حسین خاتون کا رد کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔ (۸۰)

پروفیسر مارگولیتھ نے سیرت نبوی پر ایک کتاب تحریر کی۔ بہ قول علامہ سید سلیمان ندوی: اس سے زیادہ زہریلی کوئی کتاب سیرت نبوی پر انگریزی میں نہیں لکھی گئی۔ اس میں اس نے ہر واقعے کے متعلق انتہائی سند بہم پہنچا کر سیرت نبوی کو بگاڑ کر دکھانے کی پوری کوشش کی ہے۔ (۸۱)

منٹگمری واٹ نے محمد ایٹ مکہ، محمد ایٹ مدینہ اور محمد دی اسٹیٹسمین کے نام سے سیرت نبوی پر

کتابیں تحریر کی ہیں۔ اپنی چرب زبانی اور کمال دانش مندی سے اس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ مسلم حلقوں میں بھی اس نے خاصا اثر ورسوخ حاصل کیا۔ لیکن یہ کتنا بڑا متعصب اور اسلام دشمن تھا، اس کے متعلق سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: وہ ان ہی مستشرقین میں سے ہے جو انتہائی زہریلی باتیں اپنے طاقت ور اور ماہرانہ انداز میں کہہ کر اپنی مطلب براری کی کوشش کرتے ہیں۔ (۸۲)

دورجدید کے بعض متعصب مفکرین

مستشرقین نے ایک طرف نبی کو دنیا کا سب سے بڑا معیوب انسان باور کرایا تو دوسری طرف اپنی تحریر میں جگہ جگہ ان کے محاسن بھی بیان کئے ہیں، تاکہ توازن برقرار رہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا یہاں موقع نہیں ہے۔ اس طرح کے زہریلے لٹریچر کو پڑھ کر مغرب میں جونسل تیار ہوئی یا اس کی فکر سے دوسرے لوگ متاثر ہوئے انہوں نے اپنے پیش رووں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا اور پورے سرمایہ اسلام پر ہی زبان طعن دراز کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کو مغرب نے خوب سراہا اور داد تحسین دی۔

رابرٹ اسپینسر یہ ایک امریکی مصنف ہے۔ اس نے چھ کتابیں لکھیں ہیں۔ ان کتابوں کا موضوع اسلام اور دہشت گردی ہے۔ وہ اسلام دشمن ویب سائٹ Jhad Watch اور Dhimi Watch کا بھی بانی ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کی دشمنی اسلام اور پیغمبر اسلام سے کس حد تک بڑھی ہوئی ہے۔

سرگئی ترفکوچ (Serge Tirfkovich) سربیائی امریکی تاریخ داں اور سیاسی تجزیہ نگار ہے۔ اس کے تجزیوں کا سارا زور اسلام کو ایک پرتشدد مذہب ثابت کرنے اور یہ باور کرانے پر ہے کہ محمد کی سیرت نقائص کا مجموعہ ہے۔

وی۔ ایس۔ نائپال (V.S.Naipaul) نوبل پرائز حاصل کرنے والا ہندو پس منظر کا حامل برطانوی مصنف ہے۔ اس نے اپنی تحریروں کے ذریعے اسلام کے خلاف بہت ساری بدگمانیاں پیدا کیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اسلام نے اس دین کو قبول کرنے والوں کی زندگی پر انتہائی خراب اثرات مرتب کئے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی ثقافت اور تاریخ کو بھلا دیا ہے۔

اوریانا فلاسی (Oriana Falase) یہ ایک اطالوی صحافی ہے۔ اسلام کے حوالے سے دو کتابوں کا مصنف بھی ہے۔ اسے ۲۰۰۷ء میں اسلام کے خلاف جدوجہد کے حوالے سے بین الاقوامی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ اس نے اسلام کے حوالے سے لکھا ہے:

اسلام ایک تالاب ہے اور تالاب کا ساکن پانی کا چینل ہوتا ہے یہ کبھی صاف نہیں ہوتا۔ یہ

آسانی سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ بالکل کم تر حیثیت کے مویشیوں کے لئے بنائے گئے پانی کے چھید کی طرح تالاب زندگی سے پیار نہیں کرتا۔ یہ موت سے محبت کرتا ہے۔

گیرٹ ولڈر (Geert Wilders) نیدر لینڈ کا رہنے ولا ہے۔ اس نے بار بار قرآن پر پابندی لگانے کی بات کہی ہے اور قرآن کو مغرب سے تمام اختلافات کی اصل قرار دیتا ہے۔ اس کی انتہا پسندی تیزی سے یورپ میں مقبول ہو رہی ہے۔ قرآن اور مسلمانوں پر جارحانہ تنقید کر کے سکہ رائج الوقت بنتا جا رہا ہے۔ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک دہشت گرد انسان تھے۔ ۲۰۰۸ء میں اس نے ایک فلم فتنہ بنائی جس میں قرآن پر شدید تنقید کی ہے۔

Jerry Falwell یہ محمد کے متعلق باور کرانا چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ دہشت گرد تھے۔

Franking Graham یہ اسلام کو ایک جھوٹا اور بدی پر مشتمل مذہب سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسلام کو ماننے والے لوگوں کو طالبان کے زیر اثر علاقوں میں چلا جانا چاہیے۔

ان کے علاوہ اور بھی غیر مسلم دانش ور اور اہل قلم ہیں، جن کے نام یہ ہیں: ڈینیل پائپس (Danial Pipes)، Ba'at Ya'oran، گیبریل برجٹ (G Brigitte Gabriel)، برناڈ لیوس، مائکل انفرے (Michel Onfray)، ریچرڈ ڈاؤکنس (Richerd Dawkins)، سیم ہریس (Sam Harris)، کرسٹوفر ہاکنس (Christopher Hitchens)، ریچرڈ کیریئر (Richerd Carrier)، پاٹ کنڈل (Pat Condell)، آر۔ البرٹ مولر (R.Albert Mohler) وغیرہ ہیں۔

مرتد مفکرین کی بھی بڑی تعداد ہے اور ان کی ہرزہ سرائی بھی بڑی تکلیف دہ ہے۔ ان لوگوں نے مال و دولت کے لالچ میں اپنے دین وایمان اور ضمیر کا سودا کر لیا اور اسلام کو داغ دار کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان میں سے چند یہ ہیں: ہندوستانی نزاد سلمان رشدی سے کون واقف نہیں ہے۔ اس نے نبی کی سیرت وشخصیت اور ازواج مطہرات پر جو غلیظ حملہ کیا ہے وہ انتہائی دردناک ہے۔ اس کی کتاب شیطانی آیات پر لوگوں نے شدید احتجاج کیا، اس کے بعد اس کی اشاعت پر نہ صرف پابندی لگائی گئی بل کہ خود اسے بھی روپوش ہونا پڑا۔

ایان ہرسی علی صومالیہ سے تعلق رکھنے والی خاتون ہے۔ وہ اپنی تعلیم کے دوران ہی اسلام سے بے زار ہو گئی اور گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد اس نے اسلام سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ قرآن کے ساتھ اپنے اتنے پرانے تعلق کے باوجود آج کے بعد سے قرآن میرے لئے ایک تاریخی ریکارڈ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ اس نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کے علاوہ پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخانہ باتیں کہیں اور Theo Von Gogh کی بدنام زمانہ فلم Submisson جس میں مسلمان عورتوں اور

حضرت عائشہؓ کو موضوع بحث بنایا گیا تھا، میں اسکرین پلے کرنے پر اس کو مسلم تنظیموں کی طرف سے جان کا خطرہ لاحق ہوا، جس کے بعد اس نے خود کو منظر عام سے غائب کرلیا۔

تسلیمہ نسرین ایک بنگلہ دیشی مصنفہ ہے جو خود کو سیکولر باور کراتی ہے۔اس نے بھی اسلام کے خلاف دریدہ دہنی میں عالم گیر شہرت حاصل کی۔توہین رسالت اور اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کے بعد بنگلہ دیش میں اس کا رہنا ناممکن ہوگیا۔

مگدی علام مصری نژاد اطالوی منہ پھٹ صحافی ہے۔اس نے مارچ ۲۰۰۸ء میں پوپ بنی ڈکٹ کے ہاتھوں کیتھولک فرقے میں شمولیت اختیار کی۔اس کا کہنا ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے جو نفرت اور عدم برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔

نونی درویش اسرائیل کی حامی ویب سائٹ کی بانی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بل کہ مطلق العنان ریاست ہے۔ اس کی کتاب: Now they Call Me Infidel Why I Renounced Jihad for America,Idrael and the War on Terror نے بہت شہرت حاصل کی۔Nyamko Sabuniswui سوئیڈن میں صنفی مساوات کی وزیر ہے اور یہ حجاب پر پابندی کی انتہائی سخت حامی ہے۔وہ اسکول کی طالبات کے Gynocoligical Examination کی حامی ہے۔اس کا کہنا ہے کہ میں یہ بات کسی صورت میں برداشت نہیں کرسکتی کہ خواتین اور بچوں کو مذہب کے نام پر دبایا جائے۔اس نے اسلام میں اصلاحات کرنے کا تو کوئی دعویٰ نہیں کیا،مگر اسلامی تعلیمات کو ناقابل قبول ضرور قرار دیا ہے۔خالد دران اس نے مراکش اور پاکستان میں مشرقی زبانوں میں اسلام کی تعلیم حاصل کی۔اس کو اسلاموفاسزم کی اصطلاح کا بانی کہا جاتا ہے۔

احسان جامی ڈچ سیاست داں ہے جس نے محمد کی ذات کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ولید شوبت PLO کا سابق رکن جس نے اسرائیل کے خلاف حملوں میں حصہ لیا۔یہ بھی اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی میں معروف ہوا۔ابن وراق پاکستان سے تعلق رکھنے والا سیکولر مصنف اور Institute for theSecularisation of Islamic Society کا بانی ہے۔اس نے سات کتابیں تصنیف کی ہیں۔اس نے دوسرے اسلام دشمن مصنفین کے ساتھ مل کر ۲۰۰۷ء میں سیکولر اسلام سمٹ میں شرکت کی۔اس میں سلمان رشدی بھی شامل تھا۔اس کانفرنس نے اسلامی قوانین ،شریعت ،فتویٰ ،ریاستی مذہبی قوانین کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔اس کے علاوہ ان افراد نے (ان میں ارشاد مانجی اور وفا سلطان بھی شامل ہیں) توہین رسالت کے قوانین پر بین الاقوامی انسانی حقوق کے چارٹر کے تحت پابندی کا مطالبہ کیا۔

وفا سلطان شام سے تعلق رکھنے والی سنی مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والی خاتون ہے۔ دنیا بھر میں اپنی اسلام دشمنی کی وجہ سے جانی جارہی ہے۔ اسلام کے بارے میں اس کا کہنا ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ پھر وہ اسلامی تعلیمات پر براہ راست حملہ کرتی ہے اور کہتی ہے:

> اسلام کے مسائل کی جڑیں اس کی تعلیمات میں ہیں۔ اسلام صرف ایک مذہب نہیں، بل کہ یہ ایک سیاسی نظریہ بھی ہے جو تشدد کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے ایجنڈے کو طاقت کے زور پر نافذ کرتا ہے۔

ارشاد مانجی اس خاتون کا تعلق کنیڈا سے ہے۔ یہ خود کو مسلمان کہتی ہے مگر اسلام کی تمام تعلیمات سے اس کو اختلاف ہے۔ یہ The trouble with Islam نامی کتاب کی مصنفہ ہے جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ کتاب کے نام سے ہی واضح ہوتا ہے کہ اس نے اسلام کو کس طرح توڑ مروڑ کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۸۳)

عظمت رسول ﷺ کا اعتراف

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستشرقین کی صدیوں پر محیط کاوشوں کے نتیجے میں کچھ مثبت باتیں بھی سامنے آئیں۔ تاہم اس محنت کے پیچھے جو عوامل کارفرما تھے وہ یہ کہ اسلام کے اندر داخل ہو کر اسلام اور محمد پر اس چابک دستی سے حملہ کیا جائے کہ لوگوں کو اس کی صداقت کا یقین ہو جائے۔ اس کی ایک واضح مثال جرجی زیدان کی کتاب تمدن اسلام ہے۔ جو بہ ظاہر مسلمانوں کی مدح سرائی میں لکھی گئی ہے، لیکن در پردہ مسلمانوں پر سخت اور متعصبانہ حملہ ہے۔ باوجود اپنی پرفریبیوں کے گھر گھر یہ کتاب پھیل گئی۔ (۸۴) اسی طرح میور کی کتاب لائف آف محمد ہے۔ اس کتاب کے بعض مباحث کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مجموعی طور پر اس نے نبی کی بنوت اور آپ تبلیغی مساعی کا اعتراف کیا ہے۔

انتہائی زہریلی کتاب لکھنے کے باوجود مارگولیتھ اپنی کتاب کی ابتدا میں ہی لکھتا ہے:

> محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر بات ہے۔ (۸۵)

مائکل ہارٹ نے دنیا کی سو عظیم شخصیات کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اپنے انتخاب میں اس نے نبی اکرم کو سب سے اونچا مقام دیا ہے اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے مضمون کی

شروعات اس طرح کرتا ہے:

محمد تاریخ کے واحد شخص تھے جنہوں نے اعلیٰ ترین کام یابی حاصل کی۔ مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔ محمد نے معمولی حیثیت سے آغاز کر کے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو پھیلایا۔ وہ انتہائی موثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقت ور ہیں۔ (۸۶)

بہت کم عرصے میں نبی کے اثرات دنیا میں پھیل گئے اور آپ کے ماننے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا، اس کا بہ جا اعتراف کرتے ہوئے جوزف ساخت لکھتا ہے:

نبی کو اپنی رسالت کی صداقت پر پختہ یقین تھا، وہ ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ آپ کی شخصیت کا جو پہلو نہایت شدت سے ابھرا وہ آپ کا دینی جذبہ تھا۔ جب اس کا امتزاج آپ کی غیر معمولی سیاسی صلاحیتوں سے ہوا تو آپ کی رسالت دنیا میں ہی کام یابی سے ہم کنار ہوگئی۔ مکے میں آپ کا صبر و استقلال اور مدینے میں آپ کے مدبرانہ اعمال اور منصوبے، یہ سب آپ کی اس نظریاتی جدوجہد کے مظاہر تھے، جس کے لئے آپ ساری عمر انتھک کوشش کرتے رہے۔ آپ کی غیر معمولی شخصیت نے جس کے اثر و نفوذ نے آپ کی کام یابی کی راہیں ہم وار کیں، اسلام پر اپنے انمٹ اثرات چھوڑے ہیں۔ (۸۷)

بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں سے سوال کیا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم داؤد مجاعض نے مختلف دلائل و محاسن کے ذریعے ثابت کیا کہ محمد دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہیں۔

مغرب کے دوش بہ دوش یا اس کی برپا کی ہوئی تحریک کے زیر اثر ہندوستان میں بھی ایسے غیر مسلم مفکرین کی کمی نہیں، جنہوں نے سیرت رسول کا مطالعہ ہر دو پہلو سے کیا ہے۔ موقع و محل کو دیکھ کر انہوں نے بھی محمد پر زبان طعن دراز کی ہے۔ گنگا پرساد اوپادھیائے بھی ان میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اسلام کا مطالعہ تعصب کی عینک لگا کر کیا ہے۔ ان کی معروف کتاب مصابیح الاسلام اس کی آئینہ دار ہے۔ اس میں انہوں نے اسلام کے بہت سے موضوعات سے بحث کی ہے اور جگہ جگہ اسلامی اصول و اقدار پر نشتر زنی کی ہے۔ خاص طور پر تعدد ازدواج پر بحث کرتے ہوئے اس نے نبی کو حد درجہ شہوت پرست ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے مقدمے میں اس نے اپنی لچھے دار باتوں سے ہر دو فریق کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور خود کو غیر جانب دار بتایا ہے۔ باوجود اپنے عناد کے وہ نبی کے متعلق لکھتا ہے:

حضرت محمد صاحب کے لئے یہ کچھ کم عزت کی بات نہیں ہے کہ ان کی عین حیات میں ان کی عظمت کا سکہ سارے عرب میں بیٹھ گیا اور روئے زمین کی آبادی کا ایک حصہ آج بھی حضرت محمد صاحب کا معتقد ہونے کو اپنا فخر سمجھتا ہے۔ جب میں قرآن شریف پڑھنے لگتا ہوں تو حضرت محمد کی خردمندی اور حوصلے کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ میرے اعتقادات اور مسلمانوں کے مروجہ اعتقادات میں مشرق ومغرب کا بعد ہے۔(۸۸)

بیسویں اور رواں صدی میں بھی منفی رجحان کی اشاعت کے لئے مغرب سرگرم ہے۔ پوپ بینی ڈکٹ نے ستمبر ۲۰۰۶ء میں جرمنی کی ایک یونیورسٹی میں خطاب کے دوران اسلام اور محمد جو اعتراضات کئے ہیں اس کی واضح مثال ہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں:

کائنات کی کوئی اور شخصیت اس قدر موضوع گفت گو نہیں بنی، جس قدر کہ سرور کائنات کی ہمہ پہلو شخصیت۔ عالم اسلام میں قلم ان کے عشق ومستی میں سرشار تو عالم عیسائیت کا قلم بغض وعناد میں ڈوبا ہوا۔ ابوجہل وابولہب نے اگر انہیں شاعر وساحر ومجنون ومفتون قرار دیا تو صادق وامین وحلیم وکریم بھی تسلیم کرتے تھے۔ لیکن مغرب کی نظریں عرب جاہلیہ کے تعادل سے بھی عاری تھیں۔ انہیں سوائے قبح کے کوئی حسن نظر نہیں آیا۔ اپنی کور چشمی کو وہ ان کی شخصیت کا عکس سمجھے۔ اپنے ذہنی قبح کو الفاظ میں ڈھالا اور اسے سیرت نگاری تصور کرتے رہے۔(۸۹)

یورپ کے بیش تر محققین ومصنفین اور دانش وروں نے سیرت رسول ﷺ پر کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ علامہ شبلی نے اپنی سیرت کے مقدمے میں ان کی ایک فہرست تحریر کردی ہے۔ ان لوگوں نے اس جذبے کے ساتھ محمد کی سیرت کو بیان نہیں کیا کہ یہ اسلام کے آخری نبی ہیں اور عمدہ صفات کے حامل ہیں، بل کہ انہوں نے اس مقصد کو سامنے رکھ کر لکھا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو زیادہ سے زیادہ مجروح کیا جاسکے۔ بہ قول علامہ اسد: یورپین کا رویہ اسلام کے بارے میں اور صرف اسلام ہی کے بارے میں دوسرے غیر مذاہب اور تمدنوں سے بے تعلقی کی ناپسندیدگی ہی نہیں، بل کہ گہری اور تقریباً بالکل مجنونانہ نفرت ہے۔ یہ محض ذہنی نہیں ہے، بل کہ اس پر شدید جذباتی رنگ بھی ہے۔ یورپ بدھسٹ اور ہندو فلسفوں کی تعلیمات کو قبول کرسکتا ہے اور ان مذہبوں کے متعلق ہمیشہ متوازن اور مفکرانہ رویہ اختیار کرسکتا ہے، مگر جیسے ہی اسلام کے سامنے آتا ہے، اس کے توازن میں خلل پڑ جاتا ہے اور جذباتی تعصب آجاتا ہے۔ بڑے سے بڑے یورپین مستشرقین بھی اسلام کے متعلق لکھتے ہوئے غیر معقول جانب داری کے مرتکب ہوگئے ہیں اس طریقۂ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین کے ادب میں ہمیں اسلام اور اسلامی

معاملات کی بالکل مسخ شدہ تصویر ملتی ہے۔ یہ چیز کسی ایک خاص ملک میں محدود نہیں، بل کہ جرمنی، روس، فرانس، اٹلی، ہالینڈ، غرض ہر جگہ جہاں یورپین مستشرقین نے اسلام سے بحث کی ہے، انہیں جہاں کہیں بھی کوئی واقعی یا محض خیالی ایسی بات نظر آتی ہے جس پر اعتراض کیا جاسکے، وہاں ان کے دل میں بدنیتی کی مسرت کی گدگدی ہونے لگتی ہے۔(۹۰)

بیش تر مستشرقین اور مفکرین مغرب نے حضو کی سیرت کو مکروہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور دانستہ یا غیر دانستہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جوزف شاخت، ہمفرے پریڈو، ریلانڈ، ریسکی، ایڈمنڈ ڈوٹے، سینٹ ہلری، دی انکونا، سائمن اوکلے، ایڈورڈ گبن، جارج سیل، گوئٹے، دیون پوٹ، باس ورتھ اسمتھ، اسٹینلے لین پول، رینان، واشنگٹن ارونگ، ایچ جی ویلز، کائتانی، بکر، گرم، ولہاوزن، جان کریمر، نولدیکی، اسپرنگر، دوزی، گولڈزیہر، وبر، ڈیوڈ مارگولیتھ، ہنری لیمن، ولیم میور وغیرہ ان ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ان کی صدیوں پر محیط کاوشوں کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ وہی ہیں جس کی ابتدا شروع میں ہوئی تھی۔ حکمت عملی کے بدلنے کے ساتھ آخر تک وہی باتیں الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ دہراتے رہے۔ لیکن دل چسپ بات یہ بھی ہے کہ مستشرقین کے ان پراگندہ اعتراضات وخیالات کا جواب خود ان کے گروہ کے بعض لوگوں نے بھی دیا ہے اور اسے تعصب وعناد کا شاخ شانہ قرار دیا ہے

مآخذ ومراجع

۱۔ حافظ ابن کثیر دمشقی۔ البدایہ والنہایہ۔ دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۹۹۴ء: ج ۲، جز ۳، ص ۱۳۶۔ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ طبری، دارالمعارف، قاہرہ: ج ۲، ص ۳۰۹-۳۱۷۔ ابن اثیر۔ الکامل فی التاریخ۔ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۶ء: ج ۲، ص ۳۹

۲۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: محمد بن عبدالملک بن ہشام۔ سیرۃ النبیؐ، مطبع حجازی، قاہرہ: ج ۱، ص ۲۶۹-۲۷۴

۳۔ ایضا: ج ۱، ص ۲۷۴۔ تاریخ طبری: ج ۲، ص ۳۱۷۔ الکامل فی التاریخ: ص ۲، ص ۳۹

۴۔ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔ صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی۔ سیرۃ النبی: ج ۱، ص ۲۰۶-۲۰۷ اور ۲۵۶-۲۵۷۔ تاریخ طبری: ج ۱، ص ۳۰۲

۵۔ علامہ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء: ج ۱، ص ۱۵۱-۱۵۵ (بہ تصرف)

۶۔ محمد حسین ہیکل۔ حیاۃ محمد مکتبۃ النہضۃ، قاہرہ، ۱۹۵۲ء: ص ۱۳۱

۷۔ الفرقان: ۷

۸۔ حم السجدہ: ۶

۹۔ بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵

۱۰۔ الفرقان: ۲۰

۱۱۔ یٰسٓ:۱۔۳
۱۲۔ الفرقان:۴۔۶
۱۳۔ الاحقاف:۸
۱۴۔ الانعام:۹۳
۱۵۔ سیرۃ النبیؐ (ابن ہشام): ج۱،ص۲۸۳-۲۸۴اور۳۱۳-۳۱۴
۱۶۔ حم السجدہ:۲۶
۱۷۔ الطور:۲۹
۱۸۔ القلم:۵۱
۱۹۔ الحجر:۶
۲۰۔ ص:۴
۲۱۔ الانبیاء:۵
۲۲۔ اسماعیل بن کثیر۔ تفسیر القرآن العظیم۔ دارالاشاعت دیوبند،۲۰۰۲ء: ج۴،ص۲۶۷۔ سیرۃ النبی ابن ہشام: ج۱،ص۴۲۱
۲۳۔ الکوثر:۱۔۳
۲۴۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فضائل القرآن: ج۴،ص۶۷۵۔ البدایہ والنہایہ: ج۲، جز۳،ص۱۰۲
۲۵۔ الضحیٰ:۱۔۱۱
۲۶۔ بنی اسرائیل:۹۰۔۹۳
۲۷۔ الرعد:۲۷
۲۸۔ الاعراف:۱۸۸
۲۹۔ الحجر:۱۴۔۱۵
۳۰۔ الرعد:۷
۳۱۔ سیرۃ النبی ابن ہشام: ج۱،ص۳۲۰-۳۲۱
۳۲۔ بنی اسرائیل:۸۵
۳۳۔ الزخرف:۳۱
۳۴۔ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص۶۳-۶۴۔ محمد الغزالی۔ فقہ السیرۃ، مطبعۃ الحسان، قاہرہ،۱۹۷۶ء: ص۱۳۱
۳۵۔ الفرقان:۴۱
۳۶۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱،ص۱۷۴
۳۷۔ صحیح البخاری، کتاب الوضو، باب اذا القی علی ظہر المصلی قذرا وجیفۃ لم تفسد علیہ الصلوۃ
۳۸۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱،ص۱۳۷
۳۹۔ سیرۃ النبی (ابن ہشام): ج۱،ص۳۷۸-۳۷۹
۴۰۔ الطبقات الکبریٰ: ج۱،ص۱۳۶-۱۳۷۔ الکامل فی التاریخ: ج۲،ص۴۷-۵۱
۴۱۔ کونسٹینٹن ویرژیل جورجیو، عکس سیرت (مترجم: خلیل الرحمٰن) رحمٰن پرنٹرز و پبلشرز، کولکاتا، ۲۰۰۸ء: ص۱۷۷

(مصنف رومانیہ کے راسخ العقیدہ پادری کے گھر میں ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حکومت کی جانب سے سپرد کیے گئے کئی اہم عہدوں پر فائز رہا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں اس کا انتقال پیرس میں ہوا۔ یہ کئی سال تک سعودی عرب میں بھی رہ چکا ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو رومانوی زبان میں تحریر کیا۔ بعد میں اس کا ترجمہ فرانسیسی اور فارسی زبان میں ہو۔ فارسی سے ہی یہ اردو زبان میں منتقل ہوئی۔

۴۲۔ حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانیہ۔ فتح الباری، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان: ج ۷، ص ۲۷۵
۴۳۔ سید محمد اسماعیل۔ سیرت رسول ﷺ اور عصر جدید، اریب پبلیکیشنز، دہلی، ۲۰۰۸ء: ص ۱۳۱
۴۴۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ فرید بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۹ء: ج ۱ ص ۱۳۰
۴۵۔ حیاۃ محمد: ص: ۲۳۴
۴۶۔ النساء ۴۶
۴۷۔ صحیح البخاری۔ کتاب الادب، باب الرفق فی الملائکۃ۔ باب لم یکن النبیؐ فاحشا ولا متفاحشا۔ کتاب الجہاد، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمۃ والزلزلۃ۔ کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی اہل الذمۃ بالسلام۔ صحیح مسلم۔ کتاب السلام، باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام وکیف یرد علیہم
۴۸۔ :۴۱
۴۹۔ المجادلہ: ۸
۵۰۔ التوبہ: ۶۱
۵۱۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ: ج ۱، ص ۲۱۸
۵۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (تکملہ) دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۲ء: ج ۱ ص ۵۶۷
۵۳۔ ایضاً
۵۴۔ ڈاکٹر عبد القادر جیلانی۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، اریب پبلیکیشنز، دہلی۔ ۲۰۰۷ء: ص ۱۹۰
۵۵۔ ایضاً: ص ۱۹۰-۱۹۱
۵۶۔ وکٹر ای ماسڈن۔ وثائق یہود (مترجم: یحییٰ خان) ہمراز پبلشرز، دہلی۔ ۲۰۰۵ء: ص ۶۱
۵۷۔ ایضاً: ص ۱۲۸
۵۸۔ ایضاً: ص ۱۳۱
۵۹۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔ ۱۹۷۳ء: ج ۱۲، ص ۲۱۹
۶۰۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر: ص ۱۳۹-۱۴۰
۶۱۔ ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل، کراچی، پاکستان، ۱۲ تا ۱۸ دسمبر، ۲۰۰۸ء: ص ۱۵، مضمون: مغرب کے اسلام دشمن مفکرین
۶۲۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر: ص ۱۴۱
۶۳۔ ایضاً: ص ۱۴۲
۶۴۔ ایضاً: ص ۱۴۵
۶۵۔ ایضاً: ص ۱۴۵-۱۴۶
۶۶۔ ایضاً: ص: ۱۴۶

۶۷۔ ایضاً: ۱۳۷

۶۸۔ سید صباح الدین عبدالرحمن۔ اسلام اور مستشرقین (مجموعہ مقالات سمینار) دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ۔۲۰۰۴ء، ج:۳، ص:۶۷-۶۸۔ مقالہ نگار: ڈاکٹر نثار احمد۔ مقالہ: مطالعہ سیرت اور مستشرقین

۶۹۔ شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبی: ص ا،ص ۶۱

۷۰۔ ایضاً: ج ا،ص ۶۱-۶۲

۷۱۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر: ص ۱۵۲

۷۲۔ ایضاً: ص ۱۵۵

۷۳۔ ایضاً: ص ۱۶۲

۷۴۔ Thoms Carlyle, The hero as prophet, Islam Service Lea gue Dongri, Bomby, p:3-5

کارلائل کے خطبے کا اردو ترجمہ میرے پیش نظر ہے۔ اسے ششماہی مجلہ 'عالمی السیرۃ' (شمارہ: ۱۷، مارچ ۲۰۰۷ء، ص: ۳۶۶) پاکستان نے شائع کیا ہے۔

۷۵۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر: ص ۱۶۴

۷۶۔ ایضاً: ص ۱۶۴

۷۷۔ ایضاً: ص ۱۵۷-۱۵۸ و ۱۶۴-۱۶۵

۷۸۔ ایضاً: ص ۱۶۵

۷۹۔ ایضاً: ص ۱۶۵

۸۰۔ ایضاً: ص ۲۰۸

۸۱۔ سید سلیمان ندوی۔ خطبات مدراس، فرید بک ڈپو، دہلی۔۲۰۰۴ء: ص ۶۱

۸۲۔ اسلام اور مستشرقین: ص ۲۰۸

۸۳۔ فرائڈے اسپیشل: ص ۱۵-۱۹

۸۴۔ سید سلیمان ندوی۔ (مرتب) مقالات شبلی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۶ء: ج ۴، ص ۱۳۳

۸۵۔ D.S.Margoliouth, Mohammad and the Rise of Islam, London\New York,1923, p:iii

۸۶۔ Dr.Micheal H. Hart, The 100,New York, 1978

۸۷۔ Joseph Schcht, Muhammad, Encyclopedia of Social Ssiene, New York,1959,Vol:9, p:570

۸۸۔ گنگا پرساد اوپادھیائے۔ مصابیح الاسلام، ٹریکٹ وبھاگ، آریہ سماج چوک الہ آباد۔۱۹۶۳: ص ۱۰-۹

۸۹۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر

۹۰۔ محمد اسد۔ اسلام دوراہے پر، آزاد کتاب گھر، دہلی۔۱۹۶۸ء: ص ۳۶-۴۷